﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ — جمعۃ المبارک ۱۰/جنوری ۲۰۰۳ء — شمارہ ۲

۵/ذوالقعدہ ۱۴۲۳ ہجری قمری ۱۰/صلح ۱۳۸۲ ہجری شمسی

دودھ پینے کے بعد کلّی کرنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا۔ پھر کلّی کی اور فرمایا: ’’دودھ میں چکنائی ہوتی ہے‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب الوضوء.باب هل یمضمض من اللبن)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظّ اور لذّت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے۔ عبادت کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں۔ اس میں بھی ایک لذّت اور سرُور ہے۔

’’مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادت اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہئے وہ مزا نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذّت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے بالکل تلخ یا پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح سے وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذّت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اس کے لئے ایک لذّت اور سرور نہ ہو؟ لذت و سرور تو ہے مگر اس سے حظّ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ﴾(الذاریٰت:۵۷)۔ اب انسان جب عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے، ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت رکھتا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا ان سے وہ ایک لذّت اور حظّ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ اور مزے کے احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوشکن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذّت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو رغبت دی ہے۔ اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت رکھ دی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں ان کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ مگر اس میں ان کے لئے ایک حظّ ہے اور ایک لذّت ہے۔ یہ حظّ اور لذّت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پروا اور خیال نہیں کرتے بلکہ ان کو صرف حظّ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالیٰ کی علّت غائی بندوں کو پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا اور ضمناً اس میں ایک حظّ رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔

اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ یا ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذّت و سُرور ہے اور یہ لذّت اور سرور دنیا کی تمام لذّتوں اور تمام حظوظِ نفس سے بالاتر اور بالا تر ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے باہم تعلقات میں ایک لذّت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد ہے اور اپنے قویٰ صحیحہ رکھتا ہے۔ ایک نامرد اور مخنّث وہ حظّ نہیں پا سکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذّت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کمبخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذّت نہیں پا سکتا‘‘۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳-۵. مطبوعہ لندن)

خدا کی خاطر جو تم خرچ کروگے اس کا اجر تمہیں ملے گا۔ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔

صدقہ اور چندہ وغیرہ پاک کمائی سے دیا جاتا ہے۔ جماعت کو چاہئے کہ اپنے اموال کو جو وہ کماتے ہیں پاک اور صاف رکھے۔

******* وقف جدید اور تحریک جدید کے نئے مالی سالوں کا اعلان۔ *******

وقف جدید اور تحریک جدید میں مالی قربانی پیش کرنے کے لحاظ سے پاکستان ساری دنیا کی جماعتوں میں اوّل رہا۔ اور امریکہ دوسرے نمبر پر۔

وقف جدید میں اس وقت تک ۱۱۱ ممالک کے ۱۳ لاکھ ۸۰ ہزار سے زائد افراد شامل ہو چکے ہیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی طرف سے نئے سال کی مبارکباد کا محبت بھرا دعائیہ پیغام۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ نیکیوں میں بھی پچھلے سال سے بڑھ جائیں۔

(خطبہ جمعہ ۳/جنوری ۲۰۰۳ء)

(لندن ۳/جنوری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آج

خصوصیت سے وقف جدید اور تحریک جدید کے نئے سالوں کا اعلان کرتے ہوئے آیت قرآنی اور احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے مالی قربانی کی عظمت واہمیت اور اس کی برکات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

حضور ایدہ اللہ نے آیت کریمہ ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا......الخ﴾ (سورۃ التغابن آیت:۱۸) کے ترجمہ کے بعد قرضہ حسنہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا طریق تھا کہ جب کسی سے قرضہ حسنہ لیتے تو اس کو ہمیشہ بڑھا کر لوٹایا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر بندے بڑھا کر دیتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھا کر نہ دے۔ آخرت میں تو خدا تعالیٰ بغیر حساب کے بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے مختلف احادیث نبویہ کا ذکر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا کی خاطر جو تم خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں ملے گا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ انفاق فی سبیل اللہ کا ارشاد فرماتے تو بعض صحابہؓ بازار جاتے اور محنت مزدوری کرکے جو کماتے وہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اب یہ عالم ہے کہ یہ لوگ لاکھوں درہم کے مالک بن گئے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ انفاق فی سبیل اللہ بہت بڑی چیز ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بے حساب عطا کرتا ہے۔

حضور انور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بھی بعض ارشادات پڑھ کر سنائے۔ آپ نے فرمایا کہ خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندہ مانگتے ہیں وہ اپنے لئے نہیں بلکہ انہی چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صدقات کے نتیجہ میں بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ مالی ضرورت کے وقت نبیوں کے زمانہ میں بھی چندے لئے جاتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ صدقہ اور چندہ وغیرہ پاک کمائی سے دیا جاتا ہے۔ جماعت کو چاہئے کہ اپنے اموال کو جو وہ کماتے ہیں ان کو پاک اور صاف رکھے۔ اس طرح اللہ کے ہاں ہماری قربانیاں قبول ہوں گی۔

حضور ایدہ اللہ نے چندہ وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۷؍دسمبر ۱۹۵۷ء کو جاری فرمائی۔ احمدی بچوں کے دلوں میں اس تحریک کی اہمیت پیدا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۱۹۶۶ء میں دفتر اطفال کا اجراء فرمایا۔ اور جماعت کی غیر معمولی وسعت کے پیشِ نظر خود حضور ایدہ اللہ نے ۲۵؍دسمبر ۱۹۸۵ء کو اسے ساری دنیا کے لئے وسیع کر دیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس وقت تک اس تحریک میں ۱۱۱ ممالک شامل ہو چکے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ۳۱؍دسمبر ۲۰۰۲ء تک وقفِ جدید کی کل وصولی ۱۵؍لاکھ دو ہزار پونڈ تھی۔ اس طرح گزشتہ سال کی نسبت ایک لاکھ ۲۴ ہزار پونڈ کا اضافہ ہے۔ اس تحریک میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۳؍لاکھ ۸۰ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ گزشتہ سال کی نسبت اس میں ۴۵ ہزار افراد کا اضافہ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ وقف جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں پاکستان سبقت لے گیا ہے۔ امریکہ دوسرے نمبر پر ہے جبکہ انگلستان تیسرے نمبر پر اور جرمنی چوتھے نمبر پر ہے۔ اس کے بعد کینیڈا، بھارت، انڈونیشیا وغیرہ ممالک ہیں۔ پاکستان کی جماعتوں میں لاہور اوّل، کراچی دوم اور ربوہ سوم ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے چندہ بالغان اور چندہ اطفال کی وصولی کے لحاظ سے پاکستان کے پہلے دس دس اضلاع کے ناموں کا بھی ذکر فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اگرچہ تحریکِ جدید کے نئے سال کا آغاز یکم نومبر سے ہو چکا ہے اور اللہ کے فضل سے میری ہدایت پر جماعتوں نے نئے سال کے وعدے لینے شروع کر دیئے ہیں تاہم گزشتہ سال کے جائزہ اور اعداد و شمار کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے بتایا کہ چندہ تحریک جدید میں ۱۲۶ ممالک نے شمولیت کی توفیق پائی۔ ۳۱؍اکتوبر ۲۰۰۲ء تک اس کی کل وصولی ۲۴ لاکھ ۵۲ ہزار ۳۰۰ پونڈ تھی۔ یہ وصولی گزشتہ سال کی وصولی سے تین لاکھ پونڈ زیادہ ہے۔

حضور نے بتایا کہ تحریکِ جدید میں پاکستان اس سال بھی نمایاں قربانی کرتے ہوئے پوری دنیا میں اول آنے کا اعزاز برقرار رکھے ہوئے ہے۔ جبکہ امریکہ دوسرے نمبر پر ہے۔ پھر جرمنی اور برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ آتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بیوی بچوں کو بھی چندہ کی عادت ڈالنے کے لئے ان کے ہاتھوں سے چندہ دلوانا چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ ہجرت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے احمدی خاندانوں کے اموال میں بہت برکت رکھی ہے۔ اپنا ماضی دیکھیں اکثر کو غربت کا ماضی نظر آئے گا۔ پس اللہ کے فضلوں سے غافل نہیں رہنا۔ کہیں کوئی کمی یا غفلت ہے تو خود اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ حضور نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ پوری شرح کے ساتھ آمدنی کے مطابق چندہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دھوکے والا مال صدقے میں قبول نہیں ہوگا۔ حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات بھی پیش فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادے سے آتا ہے۔

حضور انور نے آخر پر ساری جماعت کو نئے سال کی مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ نئے سال کی مبارکباد کے پیغاموں سے میرا دفتر بھر گیا ہے۔ حضور نے سب کو خیر مبارک کہتے ہوئے دعا دی کہ یہ نیا سال ہر پہلو سے بہتری کا سال ہو۔ گزشتہ سال کا ہر دکھ اگلے سال میں خوشیوں میں تبدیل ہو جائے۔ اللہ توفیق دے کہ نیکیوں میں بھی پچھلے سال سے بڑھ جائیں۔

وہ شخص شہرِ محبت میں لوٹ آیا ہے

جب اس کا عکس پڑا دل کے آبگینوں پر
وہ رنگ بکھرے یقیں آ گیا قرینوں پر
وہ پاس تھا تو عدم بھی وجود لگتا تھا
وہ کھو گیا تو مری ذات تھی دفینوں پر
وہ رات تھی کہ بدن ہوگئے شکن آلود
جگر کا خون دمکتا رہا جبینوں پر
ہزار اشکوں سے کاٹی شبِ فراق و اَلَم
تو صبحِ وصل فروزاں ہوئی ہے زمینوں پر

وہ شخص شہرِ محبت میں لوٹ آیا ہے
مثالِ ابرِ کرم چھا گیا مکینوں پر
وہ چاند اُبھرا فضاؤں میں روشنی لے کر
وہ چاندنی ، کہ اتاری گئی شبینوں پر
غموں کی رات سمٹنے لگی کناروں سے
اُتر گئے وہ جو بھاری تھے بوجھ سینوں پر
کمالِ حسنِ نظر ہی نہیں ہے اُس کا وجود
وہ استعارہ بنا حسن کا نگینوں پر

(ڈاکٹر حافظ فضل الرحمان بشیر۔ مورو گورو تنزانیہ)

شادی اور جہیز

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں سید ہوں۔ میری بیٹی کی شادی ہے۔ آپ اس موقعہ پر میری کچھ مدد کریں۔ حضرت خلیفہ اولؓ یوں تو بڑے مخیّر تھے۔ مگر طبیعت کا رجحان ہے جو بعض دفعہ کسی خاص پہلو کی طرف ہو جاتا ہے‘‘۔

آپ نے فرمایا:

’’میں تمہاری بیٹی کی شادی کے لئے وہ سارا سامان تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں جو رسول کریم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیا تھا۔ وہ یہ سنتے ہی بے اختیار کہنے لگا۔ آپ میری ناک کاٹنا چاہتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا۔ کیا تمہاری ناک محمد رسول اللہ ﷺ کی ناک سے بھی بڑی ہے۔ تمہاری عزت تو سید ہونے میں ہے۔ پھر اگر اس قدر جہیز دینے سے رسول کریم ﷺ کی ہتک نہیں ہوئی۔ تو تمہاری کس طرح ہو سکتی ہے‘‘۔

ایسا ہی ایک واقعہ بابا قادر بخش صاحب درویش مسجد احمدیہ لاہور نے بیان کیا کہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل بیان فرمایا کرتے تھے۔

’’حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں ایک مولوی صاحب حاضر ہوئے۔ زمیندار بھی تھے۔ چہرہ پر گھبراہٹ طاری تھی۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے؟ عرض کی۔ حضور! لڑکیاں جوان ہیں۔ شادی کرنے کے لئے پیسے نہیں۔ فرمایا آپ نے لڑکے پسند کئے ہیں؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! فرمایا۔ انہوں نے منظور کیا ہے؟ عرض کیا۔ جی حضور! فرمایا۔ جب آپ نے لڑکے پسند کر لئے۔ اور انہوں نے لڑکیوں کا رشتہ لینا منظور کر لیا۔ تو بتاؤ۔ پیسے کتنے لگے؟ پھر فرمایا لڑکے پر تو کچھ بوجھ ہوتا ہے حق مہر کا۔ مگر لڑکی والے پر تو قطعاً کوئی بوجھ نہیں ہوتا‘‘۔

(حیات نور صفحہ نمبر ۵۲۹، ۵۳۰)

وقف جدید کی اہمیت و برکات

(مرتبہ: ظہور احمد بشیر۔ لندن)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۱ء کے سات سالوں میں وقف جدید کے مقاصد، اہمیت اور برکات سے متعلق اپنے خطبات جمعہ میں جو ہدایات ارشاد فرمائیں ان کا ایک انتخاب کم و بیش حضور ایدہ اللہ کے ہی مبارک الفاظ میں پیش خدمت ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ کے ان فرمودات پر عمل کرتے ہوئے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکات سے متمتع فرمائے۔

مختصر تعارف

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

وقف جدید کا آغاز ۲۷/ دسمبر ۱۹۵۷ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ جو ابتدائی ممبر مقرر فرمائے تھے ان میں اس عاجز کے نام کے علاوہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہرؓ کا نام بھی تھا۔ وقف جدید کا سب سے پہلا نام ممبر کے طور پر میرا تھا یعنی حضرت مصلح موعودؓ نے میرا نام نمبر ایک پر رکھا تھا۔ پھر شاید حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر دو نمبر پر لیکن جہاں تک وقف جدید کی مجلس کی صدارت کا تعلق ہے ہمیشہ تاحیات حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ہی رہے۔ حضرت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کا نام بھی تھا اور حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کا نام بھی تھا۔ حضرت ملک سیف الرحمان صاحب کا نام بھی تھا اور بھی ایک دو نام تھے تو کل سات ممبران تھے جن سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔ اور ابتدائی وعدہ مجھے یاد ہے اس سال کا شائد ستر بہتر ہزار روپے تھا اور پھر جو خدا تعالیٰ نے اسے ترقی عطا فرمانی شروع کی تو اب آج کے وقت تک پہنچتے پہنچتے بالکل کایا پلٹ چکی ہے۔

احمدی بچوں کے دلوں میں اس تحریک کی محبت بچپن ہی سے پیدا کرنے کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۶ء میں وقف جدید کے دفتر اطفال کا اجراء فرمایا۔ پہلے یہ تحریک پاکستان اور ہندوستان تک ہی محدود تھی پھر مَیں نے ۲۵/ دسمبر ۱۹۸۵ء کو یہ تحریک پوری دنیا تک وسیع کر دی اور اب دنیا کے ایک سو دس سے زائد ممالک میں یہ تحریک جاری ہو چکی ہے۔

جو ابتدائی رقمیں ہزاروں کی تھیں لاکھوں میں اور لاکھوں کی کروڑوں میں بدل چکی ہیں اور دنیا کی وہ قومیں بھی اب اس قربانی میں شامل ہو گئی ہیں جن کو پہلے وقف جدید کی قربانی میں شامل نہیں کیا جاتا تھا یعنی یورپ اور دیگر مغربی اقوام یعنی امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کی اقوام۔

(خطبہ جمعہ ۵/جنوری ۱۹۹۶ء، ۵/ جنوری ۲۰۰۱ء)

وقف جدید ایک الٰہی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۶/ جنوری ۱۹۹۵ء میں فرماتے ہیں:۔

”وقف جدید حضرت مصلح موعودؓ کی تحریکات میں سے سب سے آخری تحریک ہے لیکن چونکہ الٰہی منشاء کے مطابق جاری ہوئی تھی اس لئے اس سے متعلق آپ کو بہت سی مبشر رؤیا بھی دکھائی گئیں اور جو ولولہ آپ کے دل میں پیدا کیا گیا اس کا یہ حال تھا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میرے دل میں اتنا جوش ہے اس تحریک کے لئے کہ اگر جماعت میرا ساتھ نہ دے، جو ویسے ناممکن بات تھی مگر احتمالاً ایک فرضی ذکر کے طور پر بعض دفعہ انسان یہ دلیل قائم کرتا ہے، تو اپنے قلبی جوش کے اظہار کے لئے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا جماعت ساتھ نہ دے، تو مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، اپنے کپڑے بیچنے پڑیں تب بھی میں ضرور اس تحریک کو جاری کر کے رہوں گا اور یہ بیماری کے ایام کا آپ کا عزم ہے جب کہ بیماری کے ایام میں ارادے کمزور پڑ جایا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وقف جدید کو جو خدا تعالیٰ نے بعد میں برکتیں عطا فرمائیں وہ اس بات کی مظہر ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یہ تحریک الٰہی تحریک ہی تھی اور جو ولولہ اللہ نے ڈالا تھا وہ الٰہی ولولہ ہی تھا جو ساری جماعت کے دلوں میں منتقل ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ یہ تحریک اب خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مستحکم ہو چکی ہے“ ۔(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/فروری ۱۹۹۵ء)

وقف جدید کا سب سے اعلیٰ مقصد

وقف جدید کا تعلق ولایت سے حضرت مصلح موعودؓ نے رکھا اور جو نقشہ کھینچا ہے اپنے اس روحانی خواب کا وہ یہ ہے کہ جگہ جگہ بڑے بڑے اولیاء اور قطب پیدا ہو رہے ہیں۔ دیہات میں اور گاؤں گاؤں میں رازی پیدا ہو رہے ہیں۔ تو وقف جدید کی تحریک تو بالکل عمومی، عام سی ایک دنیا کی نہیں دین کے لحاظ سے پسماندہ دیہات کی تحریک تھی مگر جو مقاصد تھے وہ اتنے بلند تھے کہ گاؤں گاؤں میں رازی پیدا ہوں، گاؤں گاؤں میں اولیاء اللہ اور قطب پیدا ہونے شروع ہو جائیں۔ اور فرمایا آغاز ہی میں آپ نے جو نقشہ کھینچا اپنے دل کا، فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وقف جدید کے ذریعے گاؤں گاؤں اولیاء اللہ پیدا ہوں اور اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ میں خود نگرانی کروں اور باقی تنظیمیں ہیں ان کی طرح نہیں بلکہ براہ راست معلمین پر نظر رکھوں، ان سے رابطہ رکھوں۔ اور جب تک صحت نے توفیق دی آپ بہت حد تک یہ کام کرتے رہے پھر وہ توفیق نہ رہی کیونکہ بہت بیمار ہو گئے تھے مگر یہ آپ کے ارادے اور خواہشات تھیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ وقف جدید کو پہلے سے بڑھ کر اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ اپنے تمام کارکنوں پر نظر رکھیں اور یہ دیکھیں کہ جن جماعتوں پر وقف جدید کا کام ہو رہا ہے وہاں اولیاء اللہ پیدا ہو رہے ہیں کہ نہیں۔ پس اگر یہ مطمح نظر بنا رہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ پھر زیادہ بیدار مغزی کے ساتھ، اپنے ذہن میں اس مقصد کو حاضر رکھتے ہوئے زیادہ امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے بندے اس کی نگاہ میں آجائیں اور اس کا وہ قرب حاصل کریں جسے ولایت کہا جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/دسمبر ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/فروری ۱۹۹۷ء)

وقف جدید کو بیرون پاکستان ممتد کرنے میں حکمت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

”جب میں نے یہ تحریک کی تو اس وقت میرے ذہن میں یہ نہیں تھا کہ اتنی بڑی ضرورتیں پیدا ہونے والی ہیں کیونکہ تبلیغ جاری تو تھی مگر دھیمی دھیمی اور اس میں وہ نئی حرکت اور نئی سُرعت پیدا نہیں ہوئی تھی جو اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو چکی ہے اور تبلیغ ہی کے تقاضے ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے نئے مالی تقاضے ابھرے اور اس کی وجہ سے عام چندوں تک محدود رہتے ہوئے وہ ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔

مثلاً وقف جدید کے تعلق میں میں نے یہ اعلان کیا تھا ہندوستان کی جماعتیں چونکہ ابھی غریب ہیں اور تقسیم کے بعد ان کو بہت بڑا دھکا لگا تھا جس سے ابھی تک وہ سنبھلی نہیں اس لئے وہاں کی وقف جدید کی ضرورتیں ان کے چندے کی صلاحیت کے مقابل پر بہت زیادہ ہیں۔

اسی طرح افریقہ کی جماعتیں چونکہ بیشتر غریب ہیں نہ وہ پوری طرح اپنے چندوں میں خود کفیل ہیں، نہ وقف جدید کی طرز کا نظام وہاں جاری کرنے سے یا وقف جدید کی نہج پر ان کی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے ہمارے پاس وہاں کوئی ایسے ذرائع مہیا ہیں کہ ہم ملکی طور پر ان ضرورتوں کو پورا کر سکیں اس لئے میں نے یہ تحریک کی کہ مغربی ممالک بالخصوص اور بیرونی ممالک بالعموم اس تحریک میں شامل ہو جائیں اور محض ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش ہی کو یہ اعزاز حاصل نہ رہے کہ یہ تینوں تو ایک ایسی تحریک میں حصہ لے رہے ہیں جو خالصتاً للہ ایک عظیم مقصد کے لئے قائم کی گئی اور باقی جماعتیں دنیا کی محروم رہ گئی ہیں“۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/دسمبر ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/فروری ۱۹۹۷ء)

وقف جدید کا چندہ کہاں کہاں خرچ ہوتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۶/ جنوری ۱۹۹۵ء میں فرماتے ہیں:۔

”وقف جدید بیرون جب سے شروع ہوئی ہے اگرچہ اس آمد میں سے بہت حد تک انہی علاقوں میں خرچ ہوا ہے جن علاقوں کی خاطر یہ تحریک قائم کی گئی تھی یعنی پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی ایک رؤیا نظر سے گزری ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا منشاء یہ ہے کہ بالآخر اس تحریک کا فیض یعنی جن کاموں پر خرچ کرنا ہے اس اعتبار سے بیرونی دنیا پر بھی پھیلانا ہو گا اور باقی ملکوں میں صرف پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش پر ہی اس کا خرچ نہیں ہو گا بلکہ اور جگہ بھی اسی قسم کا نظام جاری ہو گا یعنی وقف جدید کے مقاصد کے حصول میں ان کو بھی شامل کرنا پڑے گا صرف چندے کی قربانی میں نہیں۔

پس اس لحاظ سے مال کو ہدایت کر دی ہے کہ آغاز ہم افریقہ سے کرتے ہیں۔ افریقہ میں ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اور بعض ملکوں میں اقتصادی بدحالی کی وجہ سے چندوں میں کمزوری آرہی ہے تو وقف جدید کا ایک حصہ ہم انشاء اللہ افریقہ کی طرف منتقل کریں گے اور پھر ایسا وقت آئے گا کہ یورپ میں بھی وقف جدید کے نظام کے تحت ہمیں معلمین مقرر کرنے پڑیں گے اور اس قسم کے کام جاری کرنے ہوں گے جو اسلام کے آخری غلبے کے لئے ضروری ہیں“۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/فروری ۱۹۹۵ء)

وقف جدید میں جو بیرون کا چندہ ہے یہ ہندوستان اور افریقہ پر خرچ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان سے بھی وقف جدید کے چندوں میں جو بچت ہوتی ہے وہ بیرونی ممالک میں خرچ کے لئے بھیجنے لگے ہیں۔ پس یہ بحث نہیں ہے کہ چندہ کس نے دیا ہے اور کہاں خرچ ہونا چاہئے۔ یعنی کس نے دیا ہے کی بحث نہیں ہے اور یہ بحث نہیں ہے کہ جس نے دیا ہے اسی پر خرچ کیا جائے۔ یہ بحث ضرور رہے گی کہ اس وقت عالمی تقاضوں کے لحاظ سے کس ملک کو زیادہ ضرورت ہے اور کون سا ملک ہے جو تیز رفتاری کے ساتھ سچائی کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اور اسی نسبت سے اس کی ضرورتیں بڑھ رہی ہیں۔

پس خرچ میں ہمیشہ جماعت احمدیہ نے اس بات کو راہنما رکھا ہے اور یہ بات بے تعلق سمجھی ہے اور ہمیشہ بے تعلق سمجھی جائے گی کہ کس نے زیادہ دیا تھا اور کس نے کم دیا تھا۔ ضرورت جہاں زیادہ ہے وہاں زیادہ خرچ کیا جائے گا اور ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے۔ پس اب

صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ بیرونی دنیا کا چندہ پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے چندوں سے اب خدا کے فضل سے بہت بڑھ چکا ہے اور عین اس وقت یہ برکت ملی ہے جبکہ ضرورت بہت شدید ہو گئی تھی۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/دسمبر ۱۹۹۶ء۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/فروری ۱۹۹۷ء)

وقف جدید کی برکات اور عظیم احسانات کا تذکرہ

وقف جدید کے معاملے میں جو اللہ تعالیٰ نے برکتیں ڈالی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ باوجود اس کے کہ ایک زائد تیسرے درجے کی تحریک تھی جس سے بہت بالا اور مضبوط مالی نظام انجمن کے باقاعدہ مستقل چندوں کی صورت میں قائم تھا وصیت کا نظام تھا، چندہ عام کا نظام تھا اور پھر تحریک جدید کو غیر معمولی اہمیت تھی اور تحریک جدید کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں بہت خدمت اسلام ہوئی ہے۔ تو تیسرے درجے کی تحریک جس کا آغاز میں تعلق محض پاکستان اور بنگال کے دیہات سے تھا لیکن دیکھیں اللہ تعالیٰ برکتیں کتنی ڈالتا ہے۔ وقف جدید کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے وہ عظیم احسانات فرمائے ہیں کہ روح خدا کے حضور ایسے سجدے کرتی ہے کہ سجدے سے سر اٹھانے کو جی نہ چاہے سوائے اس کے کہ مجبوریاں دوسرے کاموں میں لے جائیں مگر ایک ایک شکر اللہ کا ایسا ہے کہ اس میں ساری روح ہمیشہ سجدہ ریز رہے تو اس کے نشہ سے باہر نہیں آسکتی۔ یہ اللہ کی عجیب شان ہے کہ وقف جدید کی وصولیاں اس کے وعدوں سے بڑھ رہی ہیں۔ ’’سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا‘‘ قربانی کرنے والا دم جو ہے وہ سینے سے باہر نکلتا ہے، اچھل اچھل کے باہر آرہا ہے۔

(خطبہ جمعہ ۶/جنوری ۱۹۹۵ء۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/فروری ۱۹۹۵ء)

تائید الٰہی کی ہوائیں

آج تک ایک بھی ضرورت ایسی میرے سامنے نہیں آئی جو ضرورت حقّہ ہو، اچانک سامنے پیدا ہو جائے اور اس کی تائید میں الٰہی ہوا نہ چلی ہو۔ ہمیشہ بغیر تحریک کے، کثرت کے ساتھ عین ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ ضرورت پوری کرنے کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔

پس آپ محفوظ ہاتھوں میں ہیں، نہ صرف یہ کہ آپ محفوظ ہاتھوں میں ہیں بلکہ آپ کے دل کی سچائی پر یہ باتیں گواہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچے لوگوں سے ہے۔ جو خدا کی خاطر، نہ کہ دنیا کو دکھانے کے لئے، اس کی راہ میں اپنی طاقتیں اور اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ وعدہ ہے اور ہمارے ساتھ یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ تو سب سے خوشی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خرچ کرنے والوں کے دلوں پر نظر رکھی اور ان کی نیکیوں اور ان کے خلوص کو قبول فرما لیا ہے اور یہ قبولیت کے نشان ہیں جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہمیشہ اسی طرح یہ قبولیت کے نشان ہمارے حق میں ظاہر ہوتے رہیں۔

(خطبہ جمعہ ۲/جنوری ۱۹۹۸ء۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۰/فروری ۱۹۹۸ء)

وقف جدید تعلیم و تربیت کا ایک بڑا ذریعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تحریک دل میں ڈالی گئی تھی کیونکہ اچانک تبلیغ میں ایسی سرعت پیدا ہو گئی اور دنیا کا رجحان احمدیت کی طرف اس تیزی سے بڑھنے لگا کہ ان کو تبلیغ کرنے کا تو الگ مسئلہ، ان کی تربیتی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے بہت بڑی مالی ضروریات درپیش تھیں۔ کیونکہ انہی میں سے مبلغ نکالنا، ان کی تربیت کے سامان کرنا، ان کو جگہ جگہ جلسوں کے ذریعہ اور تربیتی کلاسز کے ذریعہ اس دین کی تفصیل سمجھانا جس کو عموماً بغیر سمجھے عامۃ الناس قبول کرتے ہیں اور یہ معاملہ صرف احمدیت کے لئے خاص نہیں دنیا کے ہر مذہب کا یہی حال ہے۔ عامۃ الناس عموماً ایک عقیدے کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ بعض نشانات کو دیکھ کر، بعض رجحانات کو دیکھ کر اور بعض دفعہ آسمان سے ایسے تائیدی نشان ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں جن کو دیکھنے سے وہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ سچا سلسلہ ہے مگر اس کے عقائد کی تفصیل، اس پر عمل کرنے کے جو طریق ہیں ان سے بسا اوقات ناواقف رہتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے وہ نظام جاری فرمایا کہ اپنے مرکز میں پہلے مختلف قوموں کے نمائندوں کو بلاؤ جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ ان کو بلاؤ، ان کو وہاں ٹھہراؤ، ان کی تعلیم و تربیت کرو اور پھر واپس بھیجو تا کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر جا کر خدمتِ دین کا کام بہتر طریق پر سر انجام دے سکیں۔ یہ ضروریات تھیں جن کے لئے خدا تعالیٰ نے مغربی جماعتوں کو یعنی آزاد ایسے ملکوں کو جو نسبتاً ترقی یافتہ ہیں ان کو بھی اس تحریک میں شمولیت کی توفیق بخشی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بہت ہی اعلیٰ پھل ہمیں دکھائے اور ایسے جن کا ہمارے ذہن میں کہیں دور کے گوشوں میں بھی کوئی تصور نہیں تھا‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/دسمبر ۱۹۹۶ء۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/فروری ۱۹۹۷ء)

وقف جدید کے نظام میں ایک تبدیلی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲/جنوری ۱۹۹۸ء میں فرماتے ہیں:۔

’’جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب کروڑ سے زیادہ احمدی نئے شامل ہو چکے ہیں اور ان کے متعلق ہماری طرف سے جو تربیت کے نظام جاری ہو رہے ہیں ابھی تک پوری طرح ان کی کفالت نہیں کر رہے۔ اگر ہم نے وقف جدید میں بھی ان کی طرف پوری توجہ کی ہوتی تو ان کے ایمان اور اخلاص کو بڑھانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ اس لئے اب ہر جماعت میں نئے آنے والوں کے لئے وقف جدید کا ایک الگ سیکرٹری مقرر ہو۔ وہ خالصتاً ان پہ کام کرے۔ خواہ ایک آنہ بھی ہو وہ بھی قبول کیا جائے۔ لیکن کثرت کے ساتھ وقف جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں نئے آنے والوں میں سے اضافہ ہو۔ اس کے نتیجے میں ہماری یہ جو فہرست ہے لاکھوں کی بجائے اگلے چند سال میں کروڑ تک پہنچ جائے گی اور وقف جدید کا یہ فیض بہت بڑا فیض ہو گا جو فیض عام ہو گا اور آئندہ رہتے زمانوں تک کے لئے وقف جدید کا یہ احسان بنی نوع انسان کو پہنچتا رہے گا۔

پس آج سے اپنی جماعت میں ایک پورے سیکرٹری وقف جدید برائے نومبایعین مقرر کریں اور دوسرے سیکرٹری وقف جدید جو ہیں ان کا تعلق پہلوں کی تعداد بڑھانا، ان کے بچوں کی فکر کرنا، بڑھتی ہوئی آمدنیوں کے مطابق وقف جدید کے چندے کو بڑھانا یہ کام ہو گا۔ اور یہ کام الگ چلے تو امید ہے اگلے سال انشاء اللہ اس کے بڑے دلچسپ نتائج آپ کے سامنے آئیں گے‘‘۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۰/فروری ۱۹۹۸ء)

چندہ دینے والوں کی تعداد بڑھانے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’چندے میں اضافہ اپنی ذات میں خوشکن ضرور ہے مگر چندہ دینے والوں میں جو اضافہ ہے وہ بہت زیادہ خوشکن ہے۔ اس کا مطلب ہے زیادہ سے زیادہ اللہ کے بندے خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر تیار ہوتے چلے جا رہے ہیں‘‘۔(خطبہ جمعہ یکم/ جنوری ۱۹۹۹ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۹/ فروری ۱۹۹۹ء)

’’جہاں تک وقف جدید کے چندہ کا تعلق ہے اس سے بہت زیادہ اہم یہ امر ہے کہ مجاہدین کی تعداد زیادہ بڑھے کیونکہ جن لوگوں کو خصوصاً نومبایعین کو شروع سے ہی طوعی چندوں کی توفیق عطا ہوتی ہے وہ پھر آگے بہت بڑھ بڑھ کر، دل کھول کر چندہ دینے کے عادی ہو جاتے ہیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۵/ جنوری ۲۰۰۱ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۹/فروری ۲۰۰۱ء)

’’پس میں نے جیسا کہ پہلے زور دیا تھا ہمیں قربانی کرنے والوں کی تعداد بڑھانا ہے کیونکہ جو بھی ایک دفعہ قربانی کرنے والوں کی تعداد میں شامل ہو جائے اللہ تعالیٰ کا قانون قرضہ حسنہ کو بڑھانے والا اس پر لاگو ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکیاں بڑھتی ہیں، اموال میں برکت پڑتی ہے۔ ایسا بچہ بڑا ہوتا ہے تو جو بھی کمائی کرتا ہے اس میں اللہ کا حصہ ڈالتا ہے۔ پس وقف جدید کو آئندہ نسلوں کو سنبھالنے کے لئے استعمال کریں اور کثرت سے وقف جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھائیں۔ خواہ تھوڑی قربانی کریں لیکن ان کو شامل ضرور کریں‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۲/جنوری ۱۹۹۸ء۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۰/فروری ۱۹۹۸ء

نومبایعین کو فوری طور پر اس تحریک میں شامل کیا جائے

نومبائعین جس تعداد میں بڑھ رہے ہیں اسی تعداد سے چندہ دہندگان بھی بڑھنے چاہئیں۔ آغاز میں آنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان کی دلداری کے لئے کچھ نہ کچھ ان کی ضرورتیں، اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے لئے کئی وجوہات سے کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جلسوں پر بلاتے ہیں تو کرایہ دے کر بلاتے ہیں پھر وہ وقت آتا ہے کہ وہ چندے لے کر اپنے خرچ پر چندے دینے کے لئے آتے ہیں۔ مگر آغاز میں کچھ قربانی لازم ہے اگر بغیر قربانی کے اسی حال پہ وہ ٹھنڈے ہو گئے تو پھر آپ کے لئے ان کو قربانی کے مزے دینا مشکل ہو جائے گا، ان کو پتہ ہی نہیں ہو گا کہ قربانی کا مزہ ہے کیا۔ پس ان کو بھی وقف جدید میں شامل کریں۔

(خطبہ جمعہ ۶/جنوری ۱۹۹۵ء۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/فروری ۱۹۹۵ء)

نومبایعین کو ضرور شامل کریں خواہ معمولی رقم لے کر ہی ان کو شامل کریں۔ ایک دفعہ جس کو خدا کی راہ میں محبت سے کچھ پیش کرنے کی توفیق مل جائے پھر وہ چسکا پڑ جاتا ہے پھر وہ زندگی بھر اس کا چسکا اترتا نہیں ہے۔ اس لئے بڑے بڑے بھاری بھاری چندے وصول نہ کریں شروع میں جتنی توفیق ہے اتنا وصول کریں تا کہ وہ جو محبت کا مضمون ہے وہ قائم رہے چٹی کا مضمون نہ آجائے۔ ایک دفعہ آپ نے نئے آنے والوں پر توفیق سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا اور اصرار کیا کہ تم سولہواں حصہ ضرور دو اور فلاں میں اتنا دو اور فلاں چندے میں اتنا دو تو بعید نہیں کہ وہ چونکہ کمزور ہیں ان کی کمریں ٹوٹ جائیں اور ایمان میں بڑھنے کی بجائے وہ پہلے مقام سے بھی نیچے گر جائیں اس لئے حکمت کے تقاضے پورے کریں۔ خدا نے جو انفاق فی سبیل اللہ کی روح بیان فرمائی ہے کہ وہ تعلق باللہ ہونی چاہئے اور انسان اپنے شوق سے محبت کے طور پر پیش کرے اس روح سے جتنا کوئی توفیق پاتا ہے اس توفیق کو مدنظر رکھ کر اس سے لیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ کی

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ یہ عید سب کے لئے مبارک فرمائے اور عید کی سچی و دائمی خوشیاں نصیب فرمائے

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے

تمام احباب جماعت کو دلی عید مبارک اور محبت بھرے سلام کا تحفہ

خطبہ عیدالفطر سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۶/ دسمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۶/ فتح ۱۳۸۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل

(خطبہ عیدالفطر کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشھد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشھد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ ملك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اھدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليھم غير المغضوب عليھم ولا الضالين۔

آج عیدالفطر ہے اور جمعہ کا دن بھی ہے۔ جب یہ دونوں ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ رخصت عطا فرمائی ہے کہ اُس دن عید پڑھی جائے اور جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز الگ ہو جائے۔ آج ہم آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی اسی رخصت کے مطابق عمل کریں گے۔انشاء اللہ۔

اس ضمن میں دو احادیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک دن دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپؐ نے لوگوں کو نماز عید پڑھائی اور پھر فرمایا جو جمعہ پر آنا چاہے، آجائے اور جو نہ آنا چاہے، وہ پیچھے رہے۔

اسی طرح اَیَاس بن ابی رَمْلَہ شامی کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک شخص سے سنا۔ اُس نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دن میں دو عیدوں میں شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ اُس نے پوچھا: پھر حضورؐ کیا کرتے تھے؟ ۔انہوں نے بتایا کہ آپؐ نے نماز عید پڑھی پھر جمعہ کے بارے میں رخصت دی پھر اور فرمایا کہ جو نماز جمعہ پڑھنا چاہے وہ جمعہ پڑھ لے۔

(سنن ابن ماجه۔كتاب العيدين۔نيز سنن النسائي۔كتاب صلوٰة العيدين)

اجتماعی دعا سے پہلے آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اپنی دعاؤں میں شہدائے احمدیت اور اُن کے خاندانوں اور اسی طرح اسیران راہ مولیٰ اور عارضی طور پر اُن کے سایہ سے محروم اُن کے خاندانوں کو ضرور یاد رکھیں۔اللہ تعالیٰ اُنہیں دونوں جہان کی دائمی حسنات عطا فرمائے۔

سب احباب جماعت عالمگیر کی خدمت میں دلی عید مبارک اور محبت بھرا سلام کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

بڑی کثرت سے دنیا بھر کی جماعتوں کی طرف سے بھی اور احباب جماعت کی طرف سے بھی انفرادی طور پر عید مبارک کے پیغامات خطوط، فیکسز اور فون کے ذریعے مل رہے ہیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔اللہ یہ عید آپ سب کے لئے بھی مبارک فرمائے اور آپ سب کو عید کی حقیقی، سچی اور دائمی خوشیاں نصیب فرمائے۔

اس کے بعد اب میں پہلے خطبہ ثانیہ پڑھوں گا اور پھر انشاء اللہ ہم سب مل کر دعا کریں گے۔

دعائیں کرو۔دعائیں کرو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

’’یاد رکھو ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت اور اس کے تازہ شعائر ہماری حفاظت میں ہیں۔ ہم کس طرح ان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔اگر ہمارے مقابر پر ایک بھی بم گرے تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور ان کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ہم اسی وقت حفاظت کر سکتے ہیں جب ہم آسمان پر ان سے بھی بہت زیادہ سخت بم بنانے لگ جائیں وہ طیارے، وہ بحری اور ہوائی جہاز اور وہ گولہ بارود تیار کریں جو ان بموں، توپوں، جہازوں اور گولوں کو اڑا کر پھینک دیں اور یہ چیزیں ہم آسمان پر دعاؤں کے ذریعہ ہی تیار کر سکتے ہیں اور دعائیں بھی وہ جو رات اور دن گھبراہٹ، کرب اور اضطراب سے کی جائیں، جو اس کوشش اور التزام سے کی جائیں جس طرح دوسرے لوگ سامان تیار کرتے ہیں۔جب تک ہماری یہ حالت نہ ہو مقابلہ میں کامیابی کی امید فضول ہے۔

ان دنوں کو غفلت میں نہ گزارو۔ خبریں پڑھو تو چاہئے کہ تمہارے دل کانپ جائیں اور ان سے عبرت حاصل کرو۔اس طرح نہ ہو جس طرح قرآن کریم میں ہے کہ کافر لوگ جو عبرت کے سامان دیکھتے ہیں تو اندھوں کی طرح ان پر سے گزر جاتے ہیں۔چاہئے کہ رات دن گریہ وزاری میں گزریں۔ آج وہ زمانہ نہیں کہ ہنسو زیادہ اور روؤ کم۔ انسان کو چاہئے کہ آج روئے زیادہ اور ہنسے کم۔ بلکہ چاہئے کہ انسان روئے ہی روئے اور ہنسی اس کے لبوں پر بہت کم آئے تا آسمان سے وہ سامان پیدا ہوں جو ہماری بھی اور دوسرے لوگوں کی بھی کہ وہ ہمارے بھائی ہیں ان تباہ کُن سامانوں سے حفاظت کر سکیں۔......یہ مت سمجھو کہ ہم آرام سے ہیں۔ایک زمیندار جو اپنی زمین میں ہل چلاتا ہے یہ مت سمجھے کہ مجھ تک کون پہنچ سکتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ہل ہی میری دنیا ہے باقی دنیا سے مجھے کیا سروکار۔ بموں نے اب دور و نزدیک کا سوال ہی نہیں رہنے دیا۔ کیا پتہ کل اس کا ہل سلامت رہ سکے یا نہیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ کل اس کے ماں باپ اور بیوی بچے اس کی آنکھوں کے سامنے زخمی نہ پڑے ہوں گے۔

پس دعائیں کرو۔ دعائیں کرو......اتنی دعائیں کرو کہ عرش الٰہی ہل جائے اور خدا تعالیٰ کا فضل دنیا کو بھی اور ہمیں بھی مل جائے۔بے شک یہ عبرت کے سامان ہیں جن سے لوگوں کو ہدایت ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ دنیا کو بغیر تباہ کئے بھی ہدایت دے سکتا ہے۔ پس میں آج یہ باتیں واضح طور پر بیان کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ گو اس کا یہ مطلب نہیں کہ پھر کبھی نہیں کہوں گا مگر آج میں نے وضاحت سے بتادیا ہے کہ یہ دن بہت گھبراہٹ اور خطرہ کے دن ہیں۔ان کو رو رو کر گزارو اور ایسا اضطراب تمہارے اندر ہونا چاہئے کہ کھانا کھانا مشکل ہو جائے اور پانی حلق میں پھنسے اور نیندیں حرام ہو جائیں اور تم سے ایسا اضطرار ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے کہ اس مومن کے اضطرار نے میرے عرش کو ہلا دیا ہے‘‘۔(الفضل ۴/ جون ۱۹۴۱ء)

(مرسلہ: فضل الٰہی انوری۔ جرمنی)

خطبہ جمعہ

جب قومیں پھٹ جاتی ہیں تو نبوت کے فیض کے بغیر اکٹھی نہیں ہوا کرتیں

آج صرف ایک جماعت احمدیہ ہے کہ اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ اعلان عام کر سکتی ہے کہ کسی نے حبل اللہ پر اکٹھے ہوتے ہوئے کسی کو دیکھنا ہو تو آئے اور جماعت احمدیہ کا مشاہدہ کرے

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۷؍ مئی ۱۹۹۴ء مطابق ۲۷؍ ہجرت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔(آل عمران :۱۰۴)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا پندرھواں سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور آج کے جمعہ ہی کے دوران یا اسی ذریعہ سے ان کے اجتماع کا افتتاح ہو گا۔ یعنی افتتاح کی کسی الگ تقریب کی ضرورت نہیں یہی جمعہ ان کے اجتماع کا افتتاح ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور دنیا کے ممالک میں بھی بعض مجالس یا بعض اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں ان کے نام بھی مَیں پڑھ کے سنا دیتا ہوں۔ ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جو آج کے پیغامات ہیں وہ ان سب کے لئے مشترک ہیں۔

مجلس مشاورت جماعت احمدیہ .U.K آج ۲۷؍ مئی سے شروع ہو رہی ہے۔ تین دن تک جاری رہے گی۔ مجلس خدام الاحمدیہ بریمپٹن، کینیڈا کا ایک روزہ سالانہ اجتماع کل بروز ہفتہ شروع ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ ملائشیا کا جلسہ سالانہ ۲۹؍ مئی سے ۳۱؍ مئی تک منعقد ہو رہا ہے۔ اس علاقے کے قریبی ممالک سے بھی بہت سے نمائندگان اس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ امریکہ کے ساؤتھ ریجن کے خدام، اطفال اور لجنہ کی ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماع ۲۸؍ اور ۲۹؍ مئی بروز ہفتہ اور اتوار منعقد ہوں گے۔

جس آیت کریمہ کی مَیں نے تلاوت کی ہے یہ آل عمران کی آیت ۱۰۴ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم سب مضبوطی کے ساتھ اللہ کی رسّی کو تھام لو اور باہمی منقسم نہ ہو، ایک دوسرے سے پھٹ کر الگ نہ ہو جاؤ۔ ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ ﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ تو تم اللہ کی نعمت کے ذریعے بھائی بھائی ہو گئے۔ ﴿وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ﴾ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نشانات کو کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

حَبْلُ اللّٰه سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق ایک دفعہ مَیں نے ایک گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی حَبْلُ اللّٰہ ہیں۔ لیکن حَبْلُ اللّٰہ کا صرف ایک ہی مفہوم نہیں۔ خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ثابت ہے کہ قرآن کریم حَبْلُ اللّٰہ ہے۔ پس کیا ان دونوں باتوں میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی مضمون کے بیان کے دو پہلو ہیں۔ میرے نزدیک ایک ہی مضمون کے بیان کرنے کے دو الگ الگ انداز ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دامن تھامے بغیر قرآن کچھ بھی فائدہ کسی کو نہیں پہنچا سکتا۔ اور قرآن کا حقیقی مفہوم انسان پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے کے بغیر روشن نہیں ہو سکتا۔ پس اگرچہ **کتاب اللہ ہی حَبْلُ اللّٰہ ہوتی ہے مگر اس حبل اللہ کا نمائندہ، جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کتاب اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے وہ بھی حبل اللہ ہی کی ایک دوسری صورت ہے۔**

پس اس پہلو سے مَیں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ حبل اللہ سے مراد قرآن کریم بھی ہے۔ قرآن کریم اوّل طور پر ان معنوں میں کہ قرآن کے نزول سے ہی محمد مصطفیٰؐ کا وجود ظہور میں آتا ہے۔ اسی لئے کتابوں پر ایمان پہلے رکھا گیا اور انبیاء پر ایمان اس کے بعد رکھا گیا ہے۔ کتاب نبی بناتی ہے اور کتاب ہی سے نبی بنتا ہے مگر اس نبی کو نظرانداز کر کے محض کتاب پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش ایک شیطانی کوشش ہے، نفس کا دھوکہ ہے۔ حقیقت میں خواہ وہ قرآن ہو یا تورات ہو یا انجیل ہو یا کوئی اور نام اس کتاب کا رکھ لیجئے جب تک اس نبی کے ساتھ تعلق نہ باندھا جائے جس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور سلسلہ وار اس تعلق کو آگے بڑھایا نہ جائے اس وقت تک حقیقت میں حبل اللہ کو تھامنے کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

قرآن کی زندہ مثال حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے اور آپؐ ہی کی زبان سے ہم نے قرآن کو سمجھا اور آپؐ ہی کی ذات میں قرآن جلوہ گر دیکھا۔ آپؐ کی ذات میں قرآن کریم چمکا ہے اور اس کے مضامین روشن ہو کر ہمارے سامنے ایک زندہ وجود کے طور پر آئے ہیں اور آپؐ کے بعد یہی سلسلہ خلافت کے ذریعہ جاری ہوا۔ پھر مجددیت کے ذریعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا۔ پس یہ سارا سلسلہ وہی حبل اللہ ہی کا سلسلہ ہے کوئی الگ سلسلہ نہیں۔ پس اس سلسلے کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہی وہ مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اگر اس کو مضبوطی سے تھام لیں گے تو اس کا پہلا اثر اور پہلا فیض آپ یہ دیکھیں گے کہ آپ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ آپ کے بٹے ہوئے دل جو قریب تھا کہ آپ کو لے کر آگ میں جا پڑتے، وہ بٹے ہوئے دل مجتمع ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو آپس میں باندھ دیا۔ اور اس باندھنے کے ذریعے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ آپ پھر منتشر ہونے کی بجائے مجتمع ہوئے اور ایک ملت واحدہ کے طور پر آپ کا وجود ابھرا۔ یہ ہے حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کی ظاہری علامت جو دنیا میں دکھائی دینے لگتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''نعمت'' کا استعمال فرمایا ہے ﴿فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ تم اس کی نعمت کے ذریعے بھائی بھائی بنے ہو۔ نعمت سے، جیسا کہ آپ قرآن کریم کے محاورے سے معلوم کر سکتے ہیں، اوّل مراد نبی ہوتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ جب قومیں پھٹ جاتی ہیں تو نبوت کے فیض کے بغیر وہ دوبارہ اکٹھی نہیں ہوا کرتیں۔ **کوئی دنیا کی طاقت مذہبی لحاظ سے پھٹی ہوئی اور پھٹتی ہوئی قوموں کو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع نہیں کر سکتی سوائے نبوت کے۔** پس ان معنوں میں نبوت حبل اللہ ہے۔ شریعت کے لئے کتاب اترتی ہے مگر اس کتاب کے ساتھ تعلق نبوت کے ذریعے قائم ہوتا ہے اور جب ایک دفعہ ایک ہاتھ پر جمع ہونے کے بعد پھر قومیں پھٹ جاتی ہیں تو پھر نبوت ہی کا فیض ہے جو انہیں دوبارہ اکٹھا کیا کرتا ہے۔ ﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ میں یہ پیغام ہے اور جماعت احمدیہ اس پیغام کی ایک زندہ حقیقت بن کر منصۂ شہود پر ابھری ہے۔ ایک زندہ ثبوت بن کر ظاہر ہوئی ہے۔ تمام دنیا میں دوسرے مسلمان فرقوں اور مذاہب کو دیکھ لیں، جب وہ ایک دفعہ پھٹنے شروع ہوئے تو پھٹتے چلے گئے۔ ان سے وحدت جاتی رہی۔ ایک ہاتھ پر وہ اکٹھے پھر نہ ہو سکے۔ نہ وہ ہاتھ آسمان سے اترا نہ ان کو توفیق ملی کہ اس ہاتھ میں ہاتھ دے کر وہ پھر اکٹھے ہو جائیں۔ ان کے دل بٹے تو پھر بٹتے ہی رہے۔ ان کے باہمی عناد اور زیادہ دشمنی میں تبدیل ہوتے رہے۔ لیکن دشمنوں نے محبت کا روپ پھر نہ دھارا۔ ایک ایسی دردناک کہانی ہے جو تمام

عالم میں اسی طرح آپ کو چسپاں ہوتی ہوئی دکھائی دے گی۔ **آج صرف جماعت احمدیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ اعلان عام کر سکتی ہے کہ کسی نے اگر حبل اللہ پر اکٹھے ہوتے ہوئے کسی کو دیکھنا ہے تو آئے اور جماعت احمدیہ کا مشاہدہ کرے۔** تمام دنیا میں ایک سو چونتیس ممالک میں پچھلے

> وہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن کی بنیادیں الٰہی عشق میں گڑی ہوئی ہیں ان اخلاق کے بغیر کوئی دنیا کی جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی نہیں ہو سکتی

سال تک تھا اور اب یہ سلسلہ ایک سو چالیس ممالک تک پھیل چکا ہے۔ تو دنیا کے ایک سو چالیس ممالک میں مختلف مذاہب سے جو پہلے مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے وہ لوگ، مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے، مختلف سیاسی مملکتوں میں بسنے والے یا ان کے باشندے آج ایک ہاتھ پر اس طرح اکٹھے ہوگئے ہیں کہ ایک ملت واحدہ وجود میں آگئی ہے۔ اگر یہ اللہ کی نعمت کے ساتھ نہیں تھا تو کیسے ممکن تھا۔ پس وہ خدا کی نعمت دوبارہ نبوت کے طور پر ہم میں اتری ہے اور وہی محمدی نبوت ہے، وہی اللہ اور رسول کی محبت میں قائم ہونے والی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے نبوت کی نعمت سے پھر نوازا ہے، جو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع ہو چکی ہے، ایک ہی ہاتھ پر اٹھتی ہے، ایک ہی ہاتھ پر بیٹھ جاتی ہے، ایک ہی اشارے پر حرکت کرتی ہے اور ایک ہی آواز پر لبیک کہتی ہے۔ اگرچہ جواب دینے والوں کی زبانیں مختلف ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ سینکڑوں زبانیں بول رہے ہوں، لیکن دل کی آواز وہی ہے کہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ اے ہمارے اللہ تیرے نام پر جو آواز بلند ہوئی ہے ہم اس کے جواب میں لبیک کہتے ہیں اور لبیک کہتے چلے جائیں گے۔

پس یہ وہ مضمون ہے، امت واحدہ بنانے والا، جس کو قرآن کریم کی اس آیت کے حوالے سے میں آپ کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں اور یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کریم نے جو مثال دی ہے وہ ایک طرف اللہ کی نعمت کو ہم پر خوب کھول کر بیان کرنے والی ہے، دوسری طرف ہر قسم کے پیش آمدہ خطرات کو دکھانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا حال یہ تھا کہ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نعمت پر ہم اکٹھے ہو جانے والو! تمہارا حال یہ تھا کہ تم آپس میں بٹے ہوئے تھے، ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے، دل بھی پھٹے ہوئے تھے، قبائل بھی جدا جدا تھے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ تم اُس آگ میں جا پڑو جس کے کنارے تک تم پہنچ چکے تھے۔ باہمی نفرتیں، باہمی اختلافات، باہمی دشمنیاں، ان کی مثال قرآن کریم نے ایک ایسے گڑھے سے دی ہے جس کے کنارے پر آپ کھڑے ہوں اور بعید نہ ہو کہ وہ کنارہ منہدم ہو اور اپنے اوپر کھڑے ہونے والوں سمیت جہنم میں جا پڑے۔ فرمایا خدا نے اپنی نعمت سے تمہیں اس سے بچالیا، تمہارے دلوں کو باندھ دیا اور ایک کر دیا۔ اسے یاد رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ تم پھر وہی حرکت کرو اور جس خوفناک انجام سے تم بچائے گئے ہو دوبارہ آنکھیں کھولتے ہوئے اس انجام کی طرف آگے بڑھو۔

یہ وہ تنبیہ ہے جو اس مبارکباد کے ساتھ شامل ہے اور ہمیں چونکہ ابھی بہت لمبا سفر کرنا ہے، بہت عرصہ لگے گا، ایک صدی کی بات نہیں، ہو سکتا ہے پوری دو مزید صدیاں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے میں لگ جائیں۔ اس لئے اس ایک بات کو مضبوطی سے پکڑ لیں کہ قرآن پر ہاتھ ڈالنا ہے اور اس طاقت کے ساتھ ڈالنا ہے کہ کبھی وہ ہاتھ پھر قرآن سے جدا نہ ہو۔ اور قرآن پر ہاتھ ڈالنا ہے محمد مصطفیٰؐ کا دامن پکڑ کر اور آپؐ کے قدموں کو چھو کر اور آپؐ سے وابستہ ہو کر اور اس عزم صمیم کے ساتھ کہ سر الگ ہو جائیں مگر محمد مصطفیٰؐ کے قدموں سے الگ نہیں ہوں گے۔ ہاتھ کاٹے جائیں مگر محمد مصطفیٰؐ کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ہے وہ حبل اللہ کو پکڑ لینا جس کے نتیجہ میں یہ اجتماعیت کا فیض جو آج بھی آپ دیکھ رہے ہیں، پہلے بھی دیکھتے رہے ہیں، کل بھی اور پرسوں بھی اور میں امید رکھتا ہوں کہ صدیوں تک دیکھتے چلے جائیں گے۔ یہ فیض آپ کے ساتھ دائمی برکت کے طور پر رہے گا۔ یہ قدرت ثانیہ بن کر آپ کا ساتھ دے گا اور آپ کو نہیں چھوڑے گا مگر ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ آپ حبل اللہ کو نہ چھوڑنا۔ حبل اللہ سے چمٹے رہیں اور ہر قربانی پیش کر دیں مگر حبل اللہ سے الگ ہونے کا تصور بھی نہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبل اللہ کے ساتھ چمٹے رہنے کی جہاں نصیحت فرمائی وہاں اس کا ایک ایسا حل پیش کیا جو بظاہر چھوٹی چھوٹی معمولی سی نصیحتوں پر مشتمل دکھائی دیتا ہے۔ مگر وہی حل ہے جس میں حبل اللہ کے ساتھ چمٹے رہنے کی روح موجود ہے۔ اس کے بغیر آپ اس نعمت کی حفاظت نہیں کر سکتے اور وہ حل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ پیش فرمایا کہ اخلاق حسنہ پر قائم ہو جاؤ۔ اب بظاہر حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا اخلاق حسنہ سے کوئی ایسا تعلق تو دکھائی نہیں دیتا کہ گویا ایک ہی چیز کے دو نام ہوں۔ مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاک نمونے اور آپ کی پاک نصائح پر جب آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اخلاق حسنہ یعنی وہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن کی بنیادیں عشق الٰہی میں گڑی ہوئی ہیں ان اخلاق کے بغیر کوئی دنیا کی جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی نہیں رہ سکتی، ان اخلاق حسنہ کے بغیر کوئی دل آپس میں ملے نہیں رہ سکتے۔ ان اخلاق حسنہ کے بغیر کوئی ملت، ملت واحدہ نہیں کہلا سکتی کیونکہ اخلاق حسنہ سے دوری ہی دراصل دلوں کو پھاڑنے کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ بنیادی روح ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ اور اسی طریق کے مطابق جماعت صحابہ کی تربیت فرمائی۔ پس وہی مضمون ہے جو میں گزشتہ چند خطبات سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور اس مضمون کو آج کی دنیا میں غیر معمولی اہمیت ہے۔ **جب تک جماعت احمدیہ اخلاق حسنہ کے ذریعے خود باہم محبت کے رشتوں میں مضبوطی کے ساتھ باندھی نہیں جاتی تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کا خیال ہی محض ایک خواب ہے،** ایک دیوانے کی بات ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس ان باتوں کو غور سے سنیں اور سمجھیں اور مضبوطی سے ان باتوں کو پکڑ لیں کیونکہ یہ حبل اللہ تک پہنچانے والی باتیں ہیں۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کو مضبوطی سے دل میں بٹھا کر آپ حبل اللہ کا فیض پائیں گے اور آپ کے دل اکٹھے ہوں گے اور باہم مضبوط رشتوں میں باندھے جائیں گے۔

> اگرچہ کتاب اللہ ہی حبل اللہ ہوتی ہے مگر اس حبل اللہ کا نمائندہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کتاب اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے وہ بھی حبل اللہ ہے

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری باتوں میں نصیحت فرماتے ہیں اور ہر نصیحت کے پیچھے ایک عرفان کا خزانہ ہے۔ اس پر آپ غور کریں اور روزمرہ کی زندگی میں اس کا اطلاق کر کے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ قوموں کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لئے یہ بظاہر چھوٹی دکھائی دینے والی نصیحتیں کتنی عظمت رکھتی ہیں۔ کوئی زندگی کا گوشہ ایسا نہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نصیحت نہ فرمائی ہو۔ نہ گھر کے حالات ایسے ہیں جن پر آپ کی نظر نہ گئی ہو، نہ امن کے حالات ہیں، نہ جنگ کے حالات ہیں، نہ دن کے نہ رات کے، کوئی لمحہ وقت کا ایسا نہیں، کوئی انسانی مصروفیت ایسی نہیں جس کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کا تعلق نہ ہو۔ گویا کہ ایسا نور ہے جو انسانی ضروریات کے ہر گوشے پر پڑ رہا ہے، ہر حصے کو منور کر رہا ہے۔ پس اس پہلو سے ان تمام نصیحتوں پر نظر رکھنا آپ کی اخلاقی قدروں کو قائم کرنے کے لئے اور اعلیٰ سطح پر بلند رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''تم رستوں میں

For any Business/Commercial Requirments
Complete Financial Packages Can Be Arranged
Contact:
Iqbal Ahmad BA AIB MIAP
Former Bank Executive Vice President/General Manager UK
Tel. & Fax: 020 8874 2233 + Mobile: 07957-260666
www.commloans.co.uk --- e-mail: comm.it@virgin.net
NACFB Member of the National Association of Commercial Finance Brokers

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بیٹھنے سے بچو''۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم بیٹھنے پر مجبور ہیں اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ مراد یہ تھی کہ امراء تو ایسے ہوتے ہوں گے جن کے پاس احاطے ہیں۔ بعض زمیندار ہیں جن کے پاس ڈیرے ہوتے ہیں تو غریب بیچارے کہاں جائیں۔ ان کے لئے تو یہی ممکن ہے کہ بازار میں نکلیں، سڑکوں پر کسی جگہ بیٹھ رہیں اور وہیں مجلس لگالیں۔ تو انہوں نے ایک جائز عذر پیش کیا کہ یارسول اللہ! پھر ہم کیا کریں، کہاں جائیں، ہمارے تو گھر بھی چھوٹے چھوٹے، ان میں بھی لوگوں کو نہیں بلاسکتے تو مجلسیں کہاں کریں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جب تم وہاں بیٹھنے پر مجبور ہو اور مصر ہو (یعنی مجبوری کو قبول فرمالیا اور فرمایا تم اصرار بھی کر رہے ہو) تو پھر راستے کو اس کا حق دیا کرو۔ مفت میں نہ بیٹھو، اس کی قیمت ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ راستے کا حق کیا ہے یارسول اللہ؟ تو آپؐ نے فرمایا نظریں نیچی رکھنا، دکھ دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا، نیک باتوں کی تلقین کرنا اور بری بات سے روکنا۔

(بخاری کتاب الاستئذان باب یا ایھاالذین امنوالاتدخلوا بیوتا)

اب اگر ایسے لوگ بازاروں میں بیٹھے ہوں اور رستے میں بیٹھے ہوں تو ان رستوں کے لئے تو زینت بن جائیں گے، ان رستوں کی رونق بن جائیں گے، اس کے ذریعے راستے کشادہ ہو جائیں گے۔ بجائے اس کے کہ یہ لوگ تنگی کا موجب بنیں اور راہ کی ٹھوکر بنیں یہ راہ کی ٹھوکروں سے بچانے والے بن جائیں گے۔ پس جہاں بھی آپ جاتے ہیں، جس بازار سے بھی نکلتے ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھا کریں۔ اس سلیقے سے جائیں کہ آپ کی ذات سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ آپ کی نگاہیں ان جگہوں پر نہ پڑیں جہاں نہیں پڑنی چاہئیں۔ آپ سلام کا جواب دیں۔ اور ایک دوسری جگہ فرمایا " اَفْشُوْا السَّلَام " سلام کو خود رواج دو۔ سلام کے جواب دینے کا جو یہاں ذکر فرمایا ہے اور سلام کرنے کی نصیحت نہیں فرمائی اس میں ایک حکمت ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو آداب ہمیں سکھائے ہیں ان کی رو سے چھوٹا جب بڑے کو دیکھتا ہے تو پہلے چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ یعنی بیٹھے رہنے والے کا کام نہیں ہے کہ وہ ہر چلتے پھرتے کو سلام کرتا جائے بلکہ چلنے والا بیٹھے رہنے والے کو جو کسی جگہ بیٹھا ہو اس جگہ وہاں سے گزرتے ہوئے حق ادا کرے اور اس کو سلام کرے۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں کہیں ادنیٰ سا بھی تضاد دکھائی نہیں دیتا۔ آپ کی نصیحتوں میں بھی کہیں آپس میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ پس یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ رستے کا حق ادا کرو اور اس طرح ادا کرو کہ جب تم بیٹھے ہو تو چلتے پھرتے لوگوں کو سلام کرتے رہو۔ فرمایا سلام کا جواب دو کیونکہ چلنے والوں کا کام ہے اور انہیں نصیحت ہے کہ وہ جب کسی مجلس کے پاس سے گزریں تو سلام کہہ کر گزریں۔ نیک بات کی تلقین کرو۔ وہاں

جب تک اس نبی کے ساتھ تعلق نہ باندھا جائے جس پر وہ کتاب نازل ہوئی ہے اور سلسلہ وار اس تعلق کو آگے بڑھایا نہ جائے اس وقت تک حقیقت میں حبل اللہ کو تھامنے کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے

بیٹھ کر بیہودہ سرائی نہ کرو۔ بعض دفعہ یہ مجلسیں لگتی ہیں وہ مجلسیں ضروری نہیں کہ سڑک کے کنارے لگی ہوں۔ ہوٹلوں میں بھی لگتی ہیں، چائے کی دوکانوں میں بھی لگتی ہیں، حلوائیوں کی دوکانوں پر بھی لگتی ہیں۔ ان کے سامنے کھڑے ہو کر لوگ گپیں مار رہے ہوتے ہیں۔ مگر جہاں جہاں بھی یہ مجلسیں لگتی ہیں بالعموم آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت سے عاری نظر آتی ہیں۔ نہ وہاں نیکی کی باتوں کی تلقین ہو رہی ہے، نہ وہاں کسی کے سلام کا جواب دینے کی پرواہ ہوتی ہے۔ نہ نظروں کو ادب سکھایا جاتا ہے، نہ بری باتوں سے روکا جاتا ہے۔ پس یہ وہ اسلوب ہیں جن کو امت واحدہ جب اختیار کرتی ہے تو جمعیت میں مزید طاقت عطا ہوتی ہے۔ آپس کے رشتے پہلے سے بڑھ کر مضبوطی سے باندھے جاتے ہیں۔ پس ان نصیحتوں کو ہر بازار میں اپنے ساتھ اپنی حرز جان بنا کرلے جایا کریں اور ان پر عمل کیا کریں۔

ایک روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ یہ بخاری سے لی گئی ہے اور پہلی روایت بھی بخاری سے لی گئی تھی۔ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کونسا اسلام افضل اور بہتر ہے! آپؐ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ملنے والے کو خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کہنا۔ (بخاری کتاب الاستئذان ۔باب السلام للمعرفة وغیر معرفة)

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ایک ہی سوال جب مختلف وقتوں میں کیا جاتا تھا اور سوال کرنے والا ایک خاص کردار کا مالک ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس ایک ہی سوال کے مختلف جواب دیا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے کلام میں کوئی تضاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوچھنے والے کو اس کے موقع اور محل کا جواب دیا جائے۔ ایک ایسا آدمی آیا جو اپنی ماں سے حسن سلوک نہیں کرتا تھا یا اس کا حق ادا نہیں کرتا تھا۔ اس کو

کوئی دنیا کی طاقت مذہبی لحاظ سے پھٹی ہوئی اور پھٹتی ہوئی قوموں کو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع نہیں کرسکتی سوائے نبوت کے

فرمایا کہ ماں کی خدمت سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور ایک اور موقع پر جہاد کی دوسری تعریف فرما دی۔ چنانچہ حسب حال نصیحت فرمانا بھی سنت ہے۔ جب آپ نیک نصیحت کریں گے اور بری باتوں سے روکیں گے تو اس وقت بھی اس طرز محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پیش نظر رکھیں کہ یونہی آنکھ بند کرکے ہر اچھی بات کرتے چلے جانا، ہر بری بات سے روکنا، یہ مراد نہیں ہے۔ موقع اور محل دیکھ کر ایسی نصیحت کریں جو جس کو سنائی جائے اس سے تعلق رکھتی ہو اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہو۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلانا سب سے افضل کام ہے حالانکہ بہت سی دوسری احادیث میں مختلف کام ہیں جو افضل بتائے گئے ہیں۔ اور ایک افضل کا مطلب ہے جو سب سے اچھا ہو تو پھر دوسرا افضل اس سے مختلف کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ وہ سوال ہے جس کا میں آپ کو جواب سمجھا رہا ہوں۔ ہر شخص کے نقطہ نگاہ سے اس کے حالات پر چسپاں ہونے والا افضل اپنے معنے بدلتا رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص آپ کے پیش نظر ہو جو کنجوس ہو، جو مہمان نوازی میں کمزور ہو تو اس کو یہ نصیحت فرمائی کہ ہر ملنے والے کو خواہ جان پہچان نہ ہو سلام کہا کرو۔ یہ بھی میرے نزدیک اسی مزاج کے ساتھ تعلق رکھنے والی بات ہے۔ جو شخص فطرتاً خسیس ہو اور لوگوں تک اپنا فیض آگے بڑھ کر نہ پہنچائے وہ بے وجہ ہر شخص کو سلام بھی نہیں کرتا۔ اس سے بڑا اس کے فائدے کا آدمی نظر آجائے تو اسے جھک کر بھی سلام کرے گا۔ اس کے سوا ہر آیا گیا اس کے لئے اجنبی ہے اور بے معنی ہے۔ پس جس شخص کو آپؐ نصیحت فرما رہے ہیں اس کی بنیادی کمزوری کو پیش نظر رکھا ہے اور فرمایا کہ تم کھانا کھلانے میں کمزور ہو۔ یہ کہا تو نہیں مگر مراد یہی تھی، تم کھانا کھلایا کرو، یہ بہت اچھا کام ہے۔ اور اسی طرح سلام میں نہ صرف پہل کرو بلکہ ہر ایک کو سلام کیا کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت ہے۔ یہ بھی بخاری سے لی گئی ہے۔
حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اس غرض سے نہ اٹھائے کہ تا وہ خود اس جگہ بیٹھے۔ وسعت قلبی سے کام لو اور کھل کر بیٹھو۔ چنانچہ ابن عمرؓ کا طریق یہی تھا کہ جب کوئی آپ کو جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے۔

اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ حدیث کہلاتا ہے، دوسرا حصہ اثر ہے۔ پہلے حصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت ہے، دوسرے میں صحابی نے جو نصیحت سنی اس سے اپنے لئے جو اس نے کردار چن لیا اور جو طریق اختیار کرلیا اس کا ذکر ہے۔ پہلا واجب التعمیل ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ من وعن اس پر عمل کریں۔ دوسرا واجب التعمیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس صحابی نے غلط سمجھا ہو اور اس کے بعد جو مَیں حدیث آپ کے سامنے رکھوں گا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس صحابی نے اس حدیث کا مفہوم صحیح نہیں سمجھا۔ یعنی احتیاط

کوئی زندگی کا ایسا گوشہ نہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نصیحت نہ فرمائی ہو۔ ان تمام نصیحتوں پر نظر رکھنا آپ کی اخلاقی قدروں کو قائم کرنے کے لئے اور اعلیٰ سطح پر بلند رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے

میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی آگے بڑھ گئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جنہوں نے نصیحت فرمائی آپ اس نصیحت کا مضمون سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے مَیں نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اس کے ساتھ ایک دوسری حدیث بھی رکھ دی ہے۔

پہلی حدیث کا بھی جو پہلا حصہ ہے یعنی جس کو مَیں حدیث کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ جب آپ کسی جگہ جاتے ہیں تو کسی کو یہ نہ کہیں کہ تم اٹھ جاؤ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ مرتبے میں چھوٹا ہو یا بڑا ہو یا عمر میں چھوٹا یا بڑا ہو کسی کو یہ کہہ کر جگہ خالی کروانا کہ مَیں آیا ہوں، تھوڑی سی جگہ خالی کردو یہ بد خُلقی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اخلاق کے جس بلند ترین مقام پر فائز تھے آپ اسی مقام کی باتیں امّت کو سکھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں مجھ سے اخلاق سیکھو، مجھ سے تعلق باندھا ہے۔ مَیں حبل اللہ ہوں۔ تم نے اللہ سے تعلق باندھنا ہے تو میرے وسیلے سے باندھو گے اور یہ انداز ہیں وہ تعلق باندھنے کے کہ جیسے مَیں کرتا ہوں ویسا ہی تم کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کبھی کسی جگہ جانے پر کسی کو اشارۃً یا کنایۃً یا لفظاً اپنے مقام سے نہیں اٹھایا۔

یہاں یہ بات سمجھانی بھی ضروری ہے بعض دفعہ لوگ منہ سے نہیں کہتے مگر انداز بتا رہا ہوتا ہے کہ جگہ خالی کردو۔ وہ دیکھتے اس طرح ہیں کہ اور تمہیں کیا چاہئے، مَیں آ گیا ہوں۔ اٹھو اور اپنی جگہیں پیش کردو۔ چاہے یہ زبان سے کہا جائے یا عمل سے کہا جائے، یہ دونوں چیزیں اُس بلند اخلاق سے گری ہوئی ہیں جس پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فائز تھے۔ مگر اس کا یہ مطلب نکالنا کہ اگر کوئی اپنی جگہ خالی کرے تو وہاں نہ بیٹھو یہ درست نہیں ہے۔ اور یہ حصہ اثر ہے یعنی صحابی کی بات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا طریق نہیں تھا۔ ابن عمرؓ کا طریق لکھا ہوا ہے کہ جب کوئی آپ کو جگہ دینے کے لئے اٹھتا تو آپ کہتے تھے نہیں، مَیں نہیں بیٹھوں گا وہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا طریق کیا تھا۔ حضرت واثلہؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام اسے جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ کیسے بلند اخلاق ہیں جہاں آنے والوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ تم نے اٹھانا نہیں ہے، وہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر بیٹھا رہنے والا تن کر بیٹھا رہے کہ آنے والے کو نصیحت ہے کہ نہیں اٹھانا تو ہم کیوں اٹھیں اپنی جگہ سے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بڑھ کر کون معزز ہو سکتا تھا، ہو سکتا ہے یا ہو سکے گا۔ ایک ہی ہیں جو کائنات میں سب سے معزز تھے اور ہمیشہ معزز رہیں گے۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ آنے والا آیا ہے تو اپنی جگہ سے کچھ سرک گئے تاکہ اس کے لئے جگہ بن جائے۔ وہ شخص کہنے لگا حضور! جگہ بہت ہے آپؐ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ایک مسلمان کا حق ہے کہ اس کے لئے اس کا بھائی سمٹ کر بیٹھے اور اسے جگہ دے۔ (بیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ باب القیام)

پس آنے والے کو اور نصیحت ہے، بیٹھنے والے کو اور نصیحت ہے اور دونوں طرف Cushioning ہے۔ اگر کسی ایک سے بھی اخلاقی غلطی ہو تب بھی ٹھوکر نہیں لگے گی۔ دونوں طرف ایسی دبیز چیزیں ہیں جو شاک پروف (Shock Proof) ہیں۔ صدمہ کو ختم کرنے والے اخلاق ہیں۔ پس اگر ایک سے ٹھوکر لگنے کا خطرہ بھی ہو تو دوسرا اپنے اوپر اس کو اس نرمی سے لے لیتا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس وہ جو دستور تھا ابن عمرؓ کا، وہ اُن کا اپنا ایک انداز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت سنی کہ دل میں اس زور سے گڑ گئی ہے کہ آپ وہم بھی نہیں کرسکتے تھے کہ اشارۃً یا کنایۃً بھی مَیں اس مضمون کے کسی پہلو پر عمل پیرا نہ ہوسکوں۔ پس اس بات کو مبالغہ کی حد تک قبول کیا اور جب کوئی آپ کے لئے جگہ خالی کرتا تھا تو آپ وہاں بیٹھنے سے انکار کردیتے تھے۔ یہی واقعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بھی ہوا۔ آنے والے نے آپؐ کے ادب میں انکار کیا۔ حضور نے فرمایا: نہیں ہر مسلمان کو چاہئے کہ آنے والے کے لئے کچھ جگہ بنائے، کچھ سمٹے۔ یہاں ملاقاتیں جب ہوتی ہیں تو بعض دفعہ مَیں نے دیکھا ہے کرسیاں کم ہوتی ہیں، آنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بچے بھی کرسیوں پر ڈٹے بیٹھے رہتے ہیں۔ اُن کے بڑے کھڑے ہیں اور اُن کو پرواہ نہیں ہوتی اور اس عمر میں اگر نصیحت ان کو دلنشین نہ کرائی گئی تو بڑے ہو کر وہ بد اخلاق لوگ بنیں گے۔ یہ درست ہے کہ ماں باپ کو خود بچوں کو یہ کہہ کر کہ اٹھو، اٹھو میرے لئے جگہ خالی کروان کی عزت نفس کو کچلنا نہیں چاہئے مگر جب دوسرے آتے ہیں تو اس وقت نصیحت کرکے اُن کو سمجھانا چاہئے کہ اپنے لئے جگہ نہ مانگیں، دوسروں کو جگہ دینے کے لئے آمادہ تو کریں یہاں تک کہ یہ ان کی فطرت ثانیہ بن جائے اور ہمارے سب بچوں کو محمدؐ رسول اللہ کا یہ بنیادی خُلق ایسا یاد ہو جائے کہ ان کے رگ وپے میں سرایت کر جائے، ان کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ ہر شخص آنے والا بھی محمدؐ رسول اللہ کے خُلق کا مظاہرہ کر رہا ہو، اور بیٹھنے والا بھی محمدؐ رسول اللہ کے خُلق کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور آپؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ کے ذہن میں جو نقشہ ابھرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم گو جسمانی طور پر ہم سے جدا ہو چکے ہیں مگر آپؐ کی سیرت ہم سے کبھی جدا نہ ہو اور اس کائنات کے ہر جزّ کو آپؐ کی سیرت بھر دے۔ ہر اندھیرے کو آپؐ کی سیرت کا نور روشنی میں تبدیل کردے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے زمانہ کی تاریکیاں اجالوں میں تبدیل کی جائیں گی، اس کے بغیر اور کوئی رستہ نہیں۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی نصیحتوں کو معمولی نہ سمجھیں۔ انہی سے آپ نے کائنات میں رنگ بھرنے ہیں، خوشبوئیں عطا کرنی ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حسن ہے جس نے درحقیقت اس کائنات کے بدصورت چہروں کو لازوال حسن میں تبدیل کر دینا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری سنت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان اعزاز و تکریم کے ارادے سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔ (سنن ابن ماجه، ابواب الاطعمه باب الضيافة)

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ایک غلام اس نیت سے اس عادت کو اپناتا ہے تو اس کو پتہ بھی نہیں کہ اس چھوٹی سی بات کا بعض دفعہ دوسروں پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہے۔ مختلف مہمان تشریف لاتے ہیں (یعنی باہر سے ملنے کے لئے مختلف ملکوں سے) تو جہاں تک توفیق ہے مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت پر عمل کرتا ہوں۔ اگر بعض دوسرے مہمانوں کی مجبوریوں سے، کیونکہ ان کے آپس میں بھی حق ہوتے ہیں، مَیں باہر تک نہ جاسکوں تو کم سے کم دفتر کے دروازے تک آکر ان کو رخصت کرتا ہوں۔ اور مجھے یاد ہے ایک پاکستان کے بہت معزز خاندان کے دوست تشریف لائے، ان کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں، تو کوئی تکلف نہیں تھا، کوئی یہ خیال نہیں تھا کہ خاص طور پر ان کو مرعوب کروں گا۔ جیسے عادت تھی ان کو باہر تک کار کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ تو وہاں سے پتہ چلا، ایک احمدی نے لکھا کہ وہ جگہ جگہ، ہر مجلس میں یہی تذکرے کر رہے ہیں کہ حیرت انگیز اخلاق ہیں اور مَیں اپنی جگہ شرمندہ بھی ہوا اور مَیں نے سوچا کہ اتنی معمولی سی بات، جو میرا خُلق ہے ہی

حسب حال نصیحت فرمانا بھی سنت ہے۔ موقع اور محل دیکھ کر ایسی نصیحت کریں جو جس کو سنائی جائے اس سے تعلق رکھتی ہو اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہو۔

نہیں، یہ تو میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا خُلق تھا۔ مَیں نے تو عاریتاً مانگا ہوا تھا اور میری نیکی کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں۔ یہ وہ خُلق ہے جو ایک خُلق، ایک موقعہ پر، ایک چھوٹے سے اظہار میں دلوں کو جیت لینے والا ثابت ہوا ہے۔ روزمرہ زندگی میں آپ اس خُلق کو اپنائیں تو دیکھیں کتنے دل جیتے جائیں گے لیکن خُلق ایک نہیں بلکہ ہزارہا خُلق ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے خُلق ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض عام نے ہم تک پہنچائے اور ایک سمندر فیوض کا جاری فرما دیا ہے۔ ان اخلاق کو اپنی زندگیوں میں اپنالیں پھر دیکھیں آپ کے اندر کتنی عظیم انقلابی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے اور یہ مسلم سے لی گئی ہے۔ جو پہلی روایت تھی ابن ماجہ سے لی گئی تھی۔ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین ہو تو تم میں سے دو الگ سرگوشی نہ کریں جب تک کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نہ مل جاؤ کیونکہ اس طرح تیسرے آدمی کو رنج ہو سکتا ہے۔

(مسلم کتاب السلام باب تحریم مناجاةالاثنین دون الثالث بغیر رضاه)

دو تین چھوٹی چھوٹی باتوں سے ان کی کایا پلٹ گئی، چندوں میں غیر معمولی طور پر نمایاں

ہو گئیں۔ حالانکہ خطرہ یہ تھا، اطلاع یہ تھی کہ ایک موقع پر وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ دوبارہ عیسائیت میں مدغم ہو جائیں اور اسلام کو ترک کر دیں کیونکہ وہ سمجھتی تھیں کہ اگر کسی مذہب میں عام روزمرہ کے اخلاق بھی درست نہیں ہیں تو پھر اس نے راہنمائی کیا کرنی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی یہ چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہمارا عمل کرنے کے لئے لحاظ سے چھوٹی ہیں، اپنے مرتبے اور مقام اور رفعتوں کے لحاظ سے چھوٹی نہیں۔ ان کی مثال ان دو کلموں کی سی ہے جن کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ’’کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ‘‘۔ کہ دو کلمے ہیں بالکل چھوٹے چھوٹے، زبان پر ہلکے ہیں لیکن وزن میں بہت بھاری ہیں اور اللہ کو بہت ہی پیارے ہیں۔ تو چھوٹی نصیحت ان معنوں میں کہ اس نصیحت پر عمل کرنا یا ان نصیحتوں پر عمل کرنا اتنا آسان ہے کہ آدمی جب عمل کرتا ہے تو حیرت سے دیکھتا ہے کہ یہ نیکی کیسے ہو گئی، یہ تو معمولی سی بات ہے۔ لیکن وزن میں یہ باتیں اتنی گہری، اتنی وزنی اور اتنی ٹھوس ہیں کہ قوموں کی تقدیریں بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

> زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے اخلاق ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض عام نے ہم تک پہنچائے اور ایک سمندر فیوض کا جاری فرمادیا ہے۔ ان اخلاق کو اپنی زندگیوں میں اپنالیں پھر دیکھیں آپ کے اندر کتنی عظیم انقلابی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں

پس اپنے آپ کو ایک بااخلاق جماعت بنائیں اور بااخلاق جماعت بننے کے لئے بااخلاق گھر بنانے ضروری ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ بازاروں میں تو آپ خلیق ہوں اور گھروں میں بدتمیز اور بداخلاق ہوں، اس سے قومیں نہیں بن سکتیں، یہ ایک دھوکے کی زندگی ہے۔ بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں مثلاً بعض عورتوں نے مجھے لکھا کہ ہمارے خاوند بڑے ہر دلعزیز ہیں۔ باہر بہت اچھی باتیں کرتے ہیں۔ لوگ ان کے بڑے قائل اور ان کے گرویدہ، اور گھر آ کر ایسے بداخلاق ہو جاتے ہیں کہ مجھ سے اور بچوں سے تلخی کے سوا کوئی بات ہی نہیں نکلتی۔ یہ خُلق محمدیؐ نہیں ہے یہ تو خُلق منافقت ہے۔ خُلق محمدیؐ تو وہ ہے جو اندھیروں میں بھی اس طرح روشن ہو جیسے روشنی میں روشن تر ہو جاتا ہے۔ اور جگہ کے فرق سے اس کے اندر کوئی فرق نہیں پڑتا سوائے اس کے کہ وقت کے تقاضوں سے بعض دفعہ پہلے سے بڑھ کر وہ جوش دکھاتا ہے۔ پس وہی خلیق ہے جو اپنے گھر میں خلیق ہو تبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اخلاق کا سفر گھر سے شروع کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں: ’’خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ‘‘۔ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہو۔ ’’وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ‘‘ اور مَیں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خیر کا سفر گھر سے شروع ہوتا ہے لیکن گھر پر ختم نہیں ہو جاتا، گھر سے شروع ہوتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے، دوسروں کے گھروں تک فیض پہنچاتا ہے، تمام عالم آپ سے فیضیاب ہو جاتا ہے۔

پس اپنے گھروں میں اپنے اخلاق درست کریں تو پھر آپ حقیقت میں سچے طور پر خلیق کہلا سکتے ہیں، بااخلاق انسان کہلا سکتے ہیں اور اس کے بغیر آپ دنیا میں تبدیلی نہیں کر سکتے۔ مَیں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ گھر میں بداخلاقی کے بہت سے ایسے بدنتائج نکلتے ہیں جو نسلوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔ باہر کی بداخلاقی وقتی طور پر آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے، آپ کے دین کو نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن جو بداخلاقی آپ گھر میں کرتے ہیں وہاں اپنی نسلوں کو بداخلاق بنا رہے ہوتے ہیں۔ ایسی نسلیں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہوتے ہیں جو سارے ماحول میں بدخلقیوں کے زہر گھلا دیتی ہے اور پھر نسلاً بعد نسلٍ آپ کی بداخلاقیوں کو آگے بڑھاتی چلی جاتی ہیں کیونکہ بدخُلق ماں باپ کے بچے بسا اوقات، الا ماشاء اللہ، سب کے سب بدخُلق نکلتے ہیں اور جو شخص اپنے گھر میں اپنے باپ کو گندی زبان استعمال کرتے دیکھا ہے وہ خود بھی ویسی ہی گندی زبان پھر دوسروں کے لئے استعمال کرتا ہے اور بعض دفعہ وہ اپنے باپ کے لئے بھی وہی زبان استعمال کرتا ہے مگر دل میں کرتا ہے۔

بہت سے ایسے نفسیاتی مریض میرے پاس آئے ہیں مثلاً ابھی انگلستان میں ایک غیر مسلم خاتون تھیں بہت شدید نفسیاتی مرض میں مبتلا تھیں، میرے پاس تشریف لائیں کہ مَیں تو سب ڈاکٹروں کے پاس پھر چکی ہوں، میرا کوئی علاج نہیں اور میرا دل چاہتا ہے کہ خودکشی کر کے اپنے آپ کو ختم کرلوں۔ مَیں نے کہا کیا بیماری ہے آپ کو؟ کہنے لگیں کہ بڑے بُرے خیالات دل سے اٹھتے ہیں۔ ان کی طرز سے مَیں سمجھا کہ بُرے خیال سے کوئی اور مراد ہے۔ مَیں نے کہا خدا تعالیٰ کے متعلق آپ دل میں بدزبانی کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں یہی بات ہے آپ نے بالکل صحیح بات پکڑی ہے۔ مَیں نے کہا کیا اس سے پہلے آپ اپنے ماں باپ یا خاوند کے خلاف ایسے ہی جذبات رکھتی تھیں اور ان کو دبا لیتی تھیں۔ ان کا چہرہ کھل گیا جیسے مَیں ان کے دل کے راز پڑھ کر جس طرح کتاب سنائی جاتی ہے وہ سنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: یہی تو بات ہے جو کسی کو پتہ نہیں چلتی، بالکل اسی طرح واقعہ ہوا ہے۔ مَیں نے کہا: اس پر آپ نے اس کو دبایا اور آپ خوفزدہ ہوئیں اور آپ نے کہا دیکھو میرے باپ کا مقام کیا ہے اور مَیں اس کے متعلق کیا لفظ سوچ رہی ہوں اور ڈر گئیں اور پھر ایک خوف دوسرے خوف میں تبدیل ہونے لگا۔ پھر آپ کو اسی سوچ میں خیال آیا کہ اگر مَیں اللہ کے متعلق ایسا کلمہ کہہ دوں تو پھر کیا ہو گا۔ تو یہ آپ کا خوف ہے جو آپ کو ڈرا رہا ہے۔ وہ بدی خدا کے متعلق آپ کے دل سے نہیں پھوٹ رہی۔ اس لئے آپ اس بات کو بھول جائیں کہ آپ گنہگار ہیں۔ اصل میں اس گناہ کی جو کنہہ ہے، آغاز ہے، وہ نیکی سے شروع ہو رہا ہے اور خوفزدہ ہو کر آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کیا حرکت کر رہی ہیں اور کس دباؤ کے نیچے ہیں۔ ان کو مَیں نے پیار سے سمجھایا اور مَیں نے کہا کہ آپ مسلمان تو نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک نصیحت ہے جو شاید آپ کے دل کو تسلّی دے سکے۔ آپؐ نے فرمایا میری امت کے ان خیالات کے گناہ اٹھا دئے گئے ہیں جو مجبوراً ان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں مگر ان پر عمل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا، بے اختیاری کی باتیں ہیں۔ مَیں نے کہا دیکھو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ایسے تمام نفسیاتی مریضوں کا علاج بھی بیان فرمادیا، اس کا حل پیش کر دیا۔ میری یہ باتیں سن کر ان کو اتنا اطمینان نصیب ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آج تک نہ کبھی کسی ڈاکٹر سے یہ بات مجھے ملی، نہ کسی بزرگ سے یہ بات سمجھ آئی۔ آج پہلی دفعہ میرے دل کو ٹھنڈ پڑی ہے ورنہ میرا دل چاہتا تھا کہ مَیں خودکشی کر کے مر جاؤں اور بعینہٖ یہی بات تھی۔

پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح زندگی کے ہر حصے پر چھائی ہوئی ہیں۔ ہر نفسیاتی بیماری سے تعلق رکھتی ہیں اور جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے ان باتوں میں بھی جو دلوں میں پوشیدہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پہلے ہی جواب دے رہے ہیں گویا تمام دنیا میں لوگوں کے دلوں پر نظر ہے حالانکہ عالم الغیب نہیں مگر عالم الغیب سے ایسا تعلق ہے کہ اس سے ایک روشنی پائی ہے اور وہ روشنی تمام دنیا کے دلوں تک سرایت کر جاتی ہے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کو بڑی مضبوطی سے تھام لیں۔ حقیقت میں یہی حبل اللہ ہے۔ اسے پکڑ لیں تو پھر کبھی منتشر نہیں ہوں گے۔ فرماتے ہیں دیکھو جب تیسرا آدمی بیٹھا ہو تو ایسی زبان میں بات نہ کیا کرو جس سے اس کے لئے ٹھوکر کا سامان ہو، وہ سمجھے کہ مجھے الگ کر دیا گیا ہے اور دل میں رنجش محسوس کرے۔

> اپنے آپ کو ایک بااخلاق جماعت بنائیں اور بااخلاق جماعت بننے کے لئے بااخلاق گھر بنانے ضروری ہیں

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا (یہ حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے مسلم کتاب البر سے لی گئی ہے) معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ نیکی نیکی ہی ہوتی ہے چاہے تھوڑی ہی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کہتے ہیں چوری چوری ہی ہوتی ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ’’لکھ دی وی چوری تے ککھ دی وی چوری‘‘ لاکھ چراؤ تب بھی چوری ’’ککھ‘‘ چراؤ تب بھی چوری۔ چوری چوری ہی ہے۔ نیکی کا بھی یہی حال ہے۔ نیکی کا ایک ازلی پیوند خدا تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ جس نیکی سے بھی آپ پیوند لگائیں گے آپ کا تعلق خدا تعالیٰ سے قائم کرنے والی ہو گی۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اخلاقی تعلیمات کو معمولی نہ سمجھو۔ یہ نیکیاں ہیں۔ ان کو اہمیت دو۔ یہاں تک فرمایا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی تو ایک نیکی ہے اور کچھ نہیں ہوتا تو ہنس کر بات کرلیا کرو۔

(مسلم کتاب البر و الصلۃ، باب استجاب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء)

آج کل کے زمانے میں بعض لوگ بڑے فخر سے نئی تہذیب کا یہ محاورہ پیش کرتے ہیں کہ مسکرا کے ملو تمہیں اس کی کوئی قیمت نہیں دینی پڑتی۔ یہ ایک سرسری اور محض ایک مصنوعی سی نصیحت ہے۔ اس میں گہرائی نہیں ہے۔ اس بات کو تسلیم کرلیا گیا ہے کہ جہاں پیسے دینے پڑیں وہاں بیشک نیکی نہ کرو۔ کیونکہ دلیل یہ قائم کی گئی ہے کہ دوسرے سے مسکرا کر پیش آؤ کیونکہ تمہیں مسکراہٹ کی قیمت نہیں دینی پڑتی۔ بصورت دیگر اگر قیمت دینی بھی پڑے تو پھر بے شک نہ مسکراؤ۔ اسلامی تعلیم تو بہت گہری ہے اور اس سے بہت گہری ہے اور اس سے بہت زیادہ ہے۔ مسکراؤ بھی اور اپنے پلّے سے دو بھی اور قربانیاں بھی کرو۔ یہ اسلامی تعلیم ہے مگر اگر کسی وجہ سے تم اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کرو کہ خندہ پیشانی سے بھائی سے پیش آؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا(یہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی بات ہو رہی ہے اس ضمن میں میں حوالہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں) کہ کوئی شخص جب ہماری مسجد یا بازار سے گزرے تو اپنے نیزے کی انّی کو پکڑلے ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو لگ جائے۔(سنن ابو دائود کتاب الجهاد باب فی النبل یدخل فی المسجد)

یعنی اپنی چیزوں سے دوسروں کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے اور اگر بازار میں ہتھیار لے کر جا رہے ہو تو اپنا ہاتھ اس پر رکھو تا کہ اگر ٹھوکر لگے اور صدمے سے تم اچانک گر جاؤ تو تم زخمی ہو، تمہارا بھائی زخمی نہ ہو۔ نیزے کے پھل پر ہاتھ رکھنے میں یہ تعلیم ہے ورنہ اتفاقاً ٹھوکر لگتی ہے اور گرتے ہیں تو نیزہ کسی کو لگ جاتا ہے تو آپ کہتے ہیں معاف کرنا میرا یہ ارادہ نہیں تھا، یہ تو میری نیت نہ تھی اس طرح ہو گیا۔ تو آنحضورؐ کی نصیحت پر عمل ہو تو آپ یہ نہیں کہیں گے کہ معاف کرنا میری غلطی سے یہ ہو گیا ہے۔ جو غلطی سے ہوا آپ کو نقصان ہو گا، آپ کے بھائی کو نہیں ہو گا۔ بھائی آپ کی طرف لپکیں گے کہ اوہو آپ کو تکلیف پہنچی ہے ہم اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

> جب اللہ تعالیٰ کسی سے عفو کا سلوک فرماتا ہے اور اس کی کسی بات کو پسند کر لیتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کو دوسری نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور اسے واپس نہیں بلاتا جب تک اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہو جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا(اور یہ حدیث بھی ابوذرؓ کی ہے اور مسلم سے لی گئی ہے) کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا(یہ ایک کشفی نظارہ ہے جس کا بیان ہے) جو جنت میں پھر رہا تھا۔ اس نے صرف یہ نیکی کی تھی کہ ایک کانٹے دار درخت کو جس سے راہ گزرنے والے لوگوں کو، مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی رستے سے کاٹ دیا تھا۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک آدمی نے رستے میں ایک درخت کی لٹکی ہوئی ٹہنی دیکھی جس سے مسلمانوں کو گزرتے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں اس ٹہنی کو کاٹ کر پرے ہٹادوں گا تا کہ مسلمانوں کو یہ تکلیف نہ دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔(مسلم کتاب البر و الصلة باب فضل ازالة الاذی عن الطریق)

یہاں یہ بات سمجھانے کے لائق ہے کہ بعض دفعہ جو چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں وہ بڑے بڑے اثرات دکھاتی ہیں۔ ایک دفعہ ایک مریض میرے پاس تشریف لائے ان کی ایک آنکھ بینائی سے جاتی رہی تھی اور خطرہ تھا کہ دوسری آنکھ بھی نکالنی پڑے گی اور انہیں رستہ چلتے کسی شاخ سے آنکھ ٹکرانے کے نتیجے میں یہ بیماری شروع ہوئی تھی۔ کوئی تیز سا پتہ تھا جو تیزی سے چلتے چلتے آنکھ میں لگا اور اس کو تراش گیا ہے۔ اور جب ایک آنکھ ضائع ہو تو بعض دفعہ Sympethaticaly کہا جاتا ہے کہ گویا اس کی ہمدردی میں دوسری آنکھ بھی جواب دے جاتی ہے تو ایسا ہی کیس تھا۔ پس ہے تو چھوٹی سی نیکی لیکن اس کے اثرات بہت بڑے ہو جاتے ہیں اور بڑے پھیل جاتے ہیں۔ ایک چھوٹے سے فعل سے آپ بنی نوع انسان کو کئی قسم کی مصیبتوں سے بچا لیتے ہیں۔ تو آنحضرتؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد وہ بدیاں کرتا رہا اور پھر بھی معاف رہا۔ اس مضمون کو ہمیشہ صحیح صورت میں سمجھنا چاہئے جب اللہ تعالیٰ کسی سے عفو کا سلوک فرماتا ہے اور اس کی بات کو پسند کر لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کو دوسری نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور اسے واپس نہیں بلاتا جب تک کہ اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہو جائے۔ پس اس فیض کے ذریعے جو دوسروں کو پہنچا مسلسل اس کو بھی ایک فیض ملتا چلا جاتا ہے۔ اس کی اپنی وہ بدیاں دور ہونے لگتی ہیں جو خود اپنی ذات کے لئے خطرہ ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لے لیتی ہیں۔

ایک موقع پر ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میں اسلام سے پہلے بھی بعض نیکیاں کیا کرتا تھا مثلاً پرندوں کو چوگا ڈال دیا کرتا تھا جو کچھ میسر آئے تا کہ یہ بھوکے نہ رہیں اس کا بھی کوئی اجر ہو گا جو اسلام سے پہلے پہلے نیکیاں کی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تو اجر ہے۔ تمہیں نہیں پتہ چل رہا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو یہ اسی کا اجر ہے۔ تو یہ معنے ہیں مغفرت کے کہ ایک نیکی کئی بدیوں سے روکتی ہے اور نئی نیکیوں کو جنم دے جاتی ہے۔ پس جتنے لوگوں کو بھی اس شاخ سے نقصان پہنچ رہا تھا اور نہیں پہنچا اس کی نیکیاں اس شخص کے حق میں اس طرح لکھی گئیں کہ وہ خود اپنے نفس کی بدیوں سے بچایا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس کو بلایا نہیں جب تک اس کی نیکیوں کا پلڑا بدیوں کا پلڑا بھاری نہ ہو گیا۔

حضرت مقداد بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو تو چاہئے کہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے (مشکوة المصابیح باب الحب فی الله ومن الله)

لیکن محبت کیسی ہے جس کا ذکر ضروری ہے۔ آپ کو یہ سمجھانا بہت ضروری ہے ورنہ بیہودہ غلط محبتوں کی یہاں بات نہیں ہو رہی۔

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ کی خاطر محبت کرنا ہے اور اللہ کی خاطر بغض کرنا ہے۔

(سنن ابودائود کتاب السنة باب الاهواء)

پس جن محبتوں کا ذکر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرمارہے ہیں وہ للّٰہی محبت ہے۔ اللہ کی خاطر آپ کسی بھائی کو پیار کرتے ہیں تو اس کو بتائیں کہ خدا کی خاطر رشتے مضبوط ہوتے ہیں اور اسی طرح اللہ کی نعمت یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دلوں کو باندھنے کا موجب بنتے ہیں۔

پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ایک نشانی انصار سے محبت رکھنا اور نفاق کی ایک علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

یہ حدیث بخاری کتاب الایمان سے لی گئی ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مدینہ کے وہ باشندے جنہوں نے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور اللہ کی خاطر بعضوں نے گھر بانٹ لئے، بعضوں نے جائیدادیں تقسیم کر دیں۔ مگر خدا کی خاطر اپنے لٹے ہوئے بھائیوں کی مدد کی۔ یہ انصار ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی ایک لطیف تشریح فرمائی ہے کہ اس سے مراد ہر زمانے میں دین کی خدمت کرنے والے ہیں۔ (مجموعه اشتہارات جلد اول . صفحه ۳۸۱) پس آج بھی مثلاً جماعت جرمنی میں جو کثرت سے دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہو رہے ہیں ان سے بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ اس سے پیار کرتا ہے جو انصار سے پیار کرتا ہے۔ پس اس طرح اگر اس انصار کی تعریف کو وسیع کر دیا جائے تو ہر خدمت دین کرنے والا اپنے ارد گرد محبوں کی ایک جماعت پیدا کرتا چلا جائے گا اور اس کے نتیجے میں نیکی کی قدر ہو گی اور نیکی کو اہمیت ملے گی اور نیکی کے نتیجے میں لوگ محبوب ہوا کریں گے۔

چونکہ اب وقت ختم ہو چکا ہے اور بھی دوسرے پروگرام ہیں اس لئے مجھے افسوس ہے کہ اس مضمون کو میں آج کے اس خطبہ میں ختم نہیں کر سکتا۔ انشاءاللہ باقی باتیں آئندہ خطبے میں آپ سے ہوں گی۔ میں صرف ایک نصیحت کے بعد آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اس وقت جو خصوصیت کے ساتھ نصرت کے محتاج ہیں، فی سبیل اللہ جن کی خدمت کرنا آج جماعت جرمنی پر اور یورپ پر خصوصیت سے فرض ہے وہ اپنے بوزنین بھائیوں کی خدمت ہے۔ یہ محض للہ ستائے گئے ہیں ان کا اور کوئی قصور نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہ اسلام سے وابستہ تھے اور جن طاقتوں نے بھی یہ فیصلہ کیا بہت بڑا ظلم کیا کہ یورپ کے دل میں یہ ہم ایک اسلامی حکومت نہیں بننے دیں گے۔ اگرچہ ان کو خود اسلام کا علم نہیں تھا مگر مارے اسلام کے نام پر گئے ہیں۔ کاٹے اسی لئے گئے ہیں کہ انہوں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دامن کو تھاما ہوا تھا اور کسی قیمت پر اس سے علیحدہ ہونے پر آمادہ نہیں تھے۔ پس یہ انصار ہیں آج جن کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔ اگر ایسا کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اللہ آپ سے محبت کرنے لگے گا۔ خدا کرے کہ آپ بنی نوع انسان سے اللہ کی خاطر محبت کریں اور اللہ بنی نوع انسان کی خاطر آپ سے محبت کرنے لگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

ڈاکٹر حبیب اللہ خانصاحب ابو حنیفی مرحوم کا ذکر خیر

پروفیسر محمد شریف خان۔امریکہ

ابّاجی ۱۰/اکتوبر ۱۸۸۵ء کے دن چک سان ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبدالحکیم قریشی آپ کی پیدائش سے قبل آسٹریلیا چلے گئے تھے جہاں انہوں نے دوسری شادی کرلی تھی۔اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ محمد بی بی کے سپرد تھی۔ آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز پرائمری سکول کوٹ سعد اللہ سے کیا جو گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ پھر آپ کو مشن ہائی سکول ڈسکہ میں داخل کرا دیا گیا۔ پادریوں کو جب پتہ چلا کہ ان کے والد آسٹریلیا میں ہیں اور ان کی شدید خواہش ہے کہ اپنے والد کے پاس جائیں تو انہوں نے لالچ دیا کہ اگر عیسائی ہو جاؤ تو ہم تمہیں آسٹریلیا تمہارے والد کے پاس پہنچانے کا انتظام کردیں گے۔جب والد صاحب نے اس کی اطلاع والدہ کو دی تو انہوں نے فوری طور پر انہیں واپس بلالیا اور آپ کو مزید تعلیم کے لئے لاہور آپ کی پھوپھی، جو مولوی اصغر علی صاحب روحی کی بیگم تھیں بھجوادیا۔

آپ بڑے دکھ اور کرب سے بیان کرتے تھے ایک دن جب گھر سے نکلے تو لوگوں کو ریلوے لائن کی طرف جاتے ہوئے دیکھا جہاں لوگ گاڑی کو پتھر مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے ’’اوئے مرزا دوڑ گیا‘‘ وغیرہ۔ آپ کہتے میں نے بھی دو تین پتھر گاڑی پر پھینکے اور روتے ہوئے کہتے ’’اب دیکھو وہی حبیب اللہ اسی مرزے کی جوتیوں کا غلام ہے‘‘۔

تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ فوج کی میڈیکل کور میں بھرتی ہوگئے۔ آپ کو افریقہ بھجوادیا گیا۔ جہاں آپ مشرقی افریقہ میں ٹانگانیکا کے مختلف ہسپتالوں، دارالسلام،ٹبورا، ڈوڈوما اور کیمبو گوٹو میں خدمت بجالاتے رہے۔

آپ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم کے ذریعے احمدیت کی روشنی سے منور ہوئے اور ۱۹۲۳ء میں بیعت کی سعادت پائی۔

آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اخلاص میں بڑی سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ آپ چندوں کی ادائیگی میں بڑے باقاعدہ تھے۔ ۱۹۲۴ء میں نظامِ وصیت سے منسلک ہونے کی سعادت حاصل کی۔ آپ بیان کیا کرتے تھے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا تو آپ کے دل میں ایک قسم کا انقباض پیدا ہوا۔ ’’یہ کیا، حضور ہر روز کسی نہ کسی چندے کی تحریک کا اعلان فرما دیتے ہیں‘‘۔ وغیرہ وغیرہ۔ آپ بیان فرماتے کہ اسی رات مجھے ایک عظیم الشان نظارہ دکھایا گیا کہ میں ایک وسیع میدان کے درمیان کمبل میں لپٹا پڑا ہوں۔ اچانک میری دائیں جانب سے فوجیوں کے مارچ کرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔مجھے احساس ہوتا ہے فوج میرے پاس سے گزر رہی ہے۔میں سخت کوشش کرتا ہوں کہ کمبل سے آزاد ہو کر انہیں دیکھوں مگر کامیاب نہیں ہوتا۔اسی طرح کی آوازیں میری بائیں جانب سے آتی ہیں۔ باوجود کوشش کے میں فوج کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی کوشش اور پریشانی میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔میں نے توبہ استغفار کیا۔اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگی اور فوری طور پر اپنے خورد و کلاں کو تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شامل کیا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸۰، تحریک جدید، پانچ ہزاری مجاہدین، دفتر تحریک جدید، ربوہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء)۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے منجھلے بیٹے محمد منیر خان شامی کو خدمتِ اسلام کے لئے وقف کردیا۔

آپ کے احمدیت قبول کرتے ہی آپ کے والدین کیا، سب رشتہ داروں نے بھرپور مخالفت شروع کردی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اباجی اپنے ایمان میں اور مضبوط ہوتے چلے گئے۔ جب بھی خاندان میں کوئی تقریب ہوتی آپ سے بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔جب آپ مجھے کوٹ سعد اللہ سکول میں داخل کروانے گئے تو ہیڈ ماسٹر جو کٹر اہل حدیث تھا آپ سے بحث میں الجھ پڑا۔اور تو اس کا کوئی بس نہ چلا دو تین دن کے بعد بہانہ بنا کر اس نے میری اچھی طرح پٹائی کردی۔

افریقہ میں اباجی کے ساتھیوں میں محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کے علاوہ ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑک، ڈاکٹر محمد دین صاحب (گوجرانوالہ) اور مکرم عبدالکریم صاحب ڈار سیالکوٹ کے علاوہ لون صاحب (ان کا پورا نام مجھے یاد نہں رہا) اور مکرم مختار احمد صاحب ایاز تھے۔ یہ سب دوست مل کر جماعتی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے۔

آپ نے تعلیم و تربیت کی غرض سے بچوں کو قادیان میں رکھا ہوا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران آپ کے واقفِ زندگی بیٹے محمد منیر خان صاحب شامی سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جواں سال بیٹے کی شہادت کی اطلاع ملنے پر آپ نے جس صبر اور راضی برضا الٰہی ہونے کا مظاہرہ کیا اس کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ ۱۱/جون ۱۹۹۹ء مطبوعہ الفضل ربوہ ۷/ستمبر ۱۹۹۹ء میں ازراہِ ذرہ نوازی درج ذیل الفاظ میں فرمایا۔ حضور منیر شہید کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’آپ کے والد صاحب (ڈاکٹر حبیب اللہ خان، ناقل) جو ان دنوں تنزانیہ میں تھے، وہ بھی اللہ کے فضل سے بہت مخلص انسان تھے دراصل ان سے ہی خلوص ورثہ میں پایا تھا۔ان کی ڈائری کے اندراج بتاریخ ۳/ستمبر ۱۹۴۷ء میں یہ پر خلوص عبارت درج ہے۔

’’آج قادیان میں عزیز محمد منیر خان شامی نے راہ خدا میں جان قربان کرنے کی سعادت پائی۔الحمد للہ رب العالمین‘‘۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد آپ کے بچے پاکستان میں اپنے آبائی گاؤں چک سان ہجرت کرکے آگئے تھے۔ آپ بھی وقت سے پہلے پنشن لے کر پاکستان آگئے اور بچوں کی تربیت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ آپ کی طبیعت میں کسی قدر سختی تھی جو بعض اوقات بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ظہر او رعصر کی نمازوں کے بعد بچے اپنا اپنا قرآن کریم لے کر دائرے میں بیٹھ جاتے۔ ہر بچہ ایک ایک رکوع کی تلاوت کرتا جاتا۔ آپ ترجمہ کرتے جاتے، بچہ ساتھ ساتھ ترجمہ دہراتا جاتا۔اس طرح ہم بچوں کو کبھی بھی قرآن کریم کا ترجمہ سمجھنے میں دقت پیش نہیں آئی۔اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے درس کا اہتمام تھا۔ آپ ہمیں مشکل مقامات سمجھاتے جاتے۔ آپ خوش الحان تھے، درّثمین سے دعائیہ اشعار اکثر اونچی آواز میں بار بار پڑھتے اور بچوں کو ان کا مطلب بھی سمجھاتے۔

مجھے یاد ہے ایک سال خشک سالی کی وجہ سے بارشیں کم ہوئیں۔ ایک دن جب بارش ہو رہی تھی اور ہم سب آموں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر کا مطلب ہمیں بڑے انوکھے انداز سے سمجھایا۔

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

فرمانے لگے: دیکھو، ہمیں بارش کی کتنی ضرورت تھی۔اب یہ بارش ہو رہی ہے۔ چنانچہ بارش کے وقت پر ہونے کی وجہ سے ہر کوئی خوش اور خدا تعالیٰ کا شکر بجالا رہا ہے۔ اس طرح اس زمانہ کو ایک ہادی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھیک وقت پر دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائے۔

جب بچوں کی تعلیمی ضروریات بڑھیں تو آپ گاؤں سے گکھڑ منڈی آگئے۔ خدمتِ خلق کے جذبہ سے ’’قریشی میڈیکل ہال‘‘ کے نام پر غریبوں اور ناداروں کے علاج معالجہ کے لئے شفاخانہ قائم کیا۔ گکھڑ منڈی کی جماعت کو منظم کیا اور جب تک گکھڑ میں رہے جماعت کے سیکرٹری مال کی حیثیت سے خدمت بجا لاتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات اور مخالفت کا بھرپور مقابلہ کیا۔ آپ ہمیشہ نادار طلباء کی مدد کرتے رہے۔چنانچہ آپ کی بروقت مالی امداد سے گکھڑ کے کئی خاندانوں کے بچے اعلیٰ تعلیم سے سرفراز ہوئے۔

۱۹۵۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقفِ زندگی کی اہمیت پر تواتر سے خطبات ارشاد فرمائے۔اباجی نے ایک دن مجھے کہا اگر تم میری ایک بات مانو گے تو میں بہت خوش ہوں گا۔ میرے پوچھنے پر فرمانے لگے۔مجھے اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے دیئے تھے۔ منیر کو میں نے خدمتِ اسلام کے لئے وقف کیا تھا۔ وہ شہید ہو گیا۔ باقی دو اپنا اپنا کام کررہے ہیں۔ تم پڑھ رہے ہو۔ میرا دل کرتا ہے کہ تم اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کردو۔ میرے اثبات میں جواب دینے سے آپ بہت خوش ہوئے اور فوری طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں وقف پیش کردیا۔

آپ شاعر بھی تھے، عابدؔ تخلص رکھتے تھے۔ اکثر اپنے اشعار میں احمدیت اور خلافت سے اپنے خلوص اور محبت کا اظہار کرتے۔ ہر ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ سے گڑ گڑا کر دعا کرتے۔

افریقہ میں آپ نے کافی عرصہ سے ٹی بی ہسپتالوں میں خدمت کرتے ہوئے گزارا۔ آپ ۱۹۴۰ء میں اس بیماری سے سخت بیمار ہوگئے۔ پریشانی کے عالم میں خدا تعالیٰ سے بیماری سے شفایابی کے لئے دعا کررہے تھے۔ اسی عالم میں ایک رات سوتے میں آواز آئی ’’تمہیں ۱۷ دن کی چھٹی دی جاتی ہے‘‘۔ سخت گھبرائے، چھٹی لے کر قادیان بچوں کے پاس آگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خواب تحریر کرکے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے تحریر فرمایا: ’’گھبرائیں نہیں یہ تو مبشر خواب ہے۔ آپ کو سترہ چھوڑا اس سے زیادہ سالوں کی زندگی کی خوشخبری دی گئی ہے‘‘۔ حضور کی اس بشارت سے بھرپور تحریر کے بعد آپ بہت جلد صحت یاب ہو کر افریقہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوگئے۔

آپ ۱۹۶۴ء میں میرے پاس ربوہ نقل مکانی کرکے تشریف لے آئے۔اور ۲۰/ستمبر ۱۹۷۴ء کو مختصر سی علالت کے بعد وفات پائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اب آپ بہشتی مقبرہ میں آسودہ خاک ہیں۔ اور حضور رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ بشارت کے مطابق ٹھیک ۳۴ سال بعد خواب پورا ہوا۔ احباب جماعت سے ابّاجی کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

بقیہ: وقف جدید کی اہمیت از صفحہ نمبر ۴

توفیق تو ہر ایک رکھتا ہے اگر ایک معمولی رقم بھی وہ خوشی سے دے دے تو وہ بھی قبول کرلیں اور تعداد بڑھانے کی کوشش کریں۔

(خطبہ جمعہ ۵/ جنوری ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳/ فروری ۱۹۹۶ء)

نومبایعین کے اخلاص کا ذکر

’’جس رفتار سے چندے بڑھ رہے ہیں میں سمجھتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آگے وہ ضرورتیں چندوں ہی سے پوری ہوتی رہیں گی، کسی نئی تحریک کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور خاص طور پر اس لئے بھی مجھے امید ہے کہ یورپ میں جو نئے احمدی ہونے والے ہیں ان میں خصوصاً البانین نسل کے لوگوں میں مالی قربانی کی روح پائی جاتی ہے۔ اور بعض تو ایسے ہیں جو بڑے زور اور اصرار کے ساتھ پوچھ پوچھ کے کہ باقی کیا دیتے ہیں ہم سے وہ سب کچھ لو خود دینے کے لئے آگے آتے ہیں۔ تو بہت ماشاء اللہ حیرت انگیز قربانی کا جذبہ ہے جو البانین نسل کے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ پس جب یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے، جب ان کی توفیق بڑھے گی تو یہ بعید نہیں کہ آئندہ چند سالوں میں بجائے اس کے کہ باہر سے مدد لیں خود باہر کے دوسرے علاقوں کے لئے مددگار بن جائیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/ فروری ۱۹۹۷ء)

’’اب یہ کثرت کے ساتھ نومبایعین کا دور ہے اور ہم پوری توجہ کر رہے ہیں کہ ہر نو مبایع بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تحریک کامیاب ہوگی۔ ابھی تک تو اس کے بہت اچھے نتائج نکل رہے ہیں اور کثرت سے نومبایعین خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈال رہے ہیں اور وقف جدید کی راہ میں بھی ان نئے آنے والوں کو بکثرت شامل ہونے کی توفیق مل رہی ہے‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۷/ جنوری ۲۰۰۰ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۸/ فروری ۲۰۰۰ء)

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

دفتر اطفال کا ریکارڈ رکھنا چاہئے

’’وقف جدید کا جو اطفال کا ریکارڈ ہے وہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش میں رکھا جاتا ہے مگر دوسرے ملکوں میں نہیں رکھا جاتا اور ہم چاہتے ہیں کہ بچے بہت زیادہ اس میں حصہ لیں۔ جس طرح نومبایعین دین میں بچے ہی ہوتے ہیں خواہ عمریں کتنی ہی ہوں۔ اسی طرح بچوں کا حال ہے۔ ان کو شروع ہی میں وقف جدید میں شامل کیا جائے تو آئندہ ہر قسم کے دوسرے چندوں میں اللہ تعالیٰ ان کے حوصلے بڑھا دے گا، ان کے دل کھول دے گا۔ تو ہمیں اب باہر کی جماعتوں سے معین طور پر یہ اطلاع ملنی چاہئے کہ اتنے زیادہ بچے ہم نے بڑھائے ہیں اور بچے کے سلسلے میں پہلے دن کا بچہ بھی نظام میں شامل ہو جاتا ہے‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۶/ جنوری ۱۹۹۵ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/ فروری ۱۹۹۵ء)

حسبِ توفیق اس تحریک میں حصہ لیں

’’چونکہ عام چندوں کی ذمہ داریاں بہت جماعت نے اٹھا رکھی ہیں اس لئے میں اس تحریک کو بھی بعض دوسری تحریکات کی طرح اس طرح پیش کر رہا ہوں کہ وہ سب احمدی جو عام چندوں میں حسب توفیق حصہ لے رہے ہیں اور ان کے لئے زیادہ بوجھ اٹھانا ممکن نہیں ہے وہ محض تبرک کی خاطر کچھ نہ کچھ دے کر اس میں شامل ہو جائیں اور وہ صاحبِ حیثیت جن کو خدا تعالیٰ نے بڑی توفیق عطا فرمائی ہے وہ اپنی توفیق کے مطابق خود فیصلہ کریں اور وہ زیادہ تر اس کا عمومی بوجھ اٹھانے کے لئے آگے آئیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/ فروری ۱۹۹۷ء)

قربانی کس غرض سے بڑھائی جائے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۹۶ء میں فرماتے ہیں:۔

’’یہ مراد نہیں کہ اپنی قربانیوں کو محض اس غرض سے بڑھائیں کہ آپ کا ذکر چلے۔ اس غرض سے بڑھائیں کہ آپ میں مسابقت کی وہ روح پیدا ہو جو آپ کے لئے مطمح نظر بنادی گئی ہے، جو آپ کا ماٹو قرار دے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بنائی گئی ہو اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتَ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتَ﴾ ہر ایک کے لئے ایک نصب العین ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اس کے لئے وہ پابند ہو جاتا ہے اس کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے، وہ قبلہ بن جاتا ہے جس کی طرف منہ پھیر لیتا ہے۔ ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتَ﴾ تمہارا نصب العین جس کی طرف تم نے اپنے چہرے پھیرنے ہیں، اپنی توجہات کو مرکوز کرنا ہے وہ ہے ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنا۔

پس اس جذبے کے ساتھ قرآن کریم نے ہمارا مقصد، ہمارا نصب العین ہی نیکیوں میں آگے بڑھنا قرار دے دیا ہے۔ اگر ایک انسان اپنے بھائی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ہرگز ریاکاری نہیں کہا جا سکتا، اسے ہرگز معمولی بات سمجھ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس اعلیٰ نیت کے باوجود اس سے بھی بلند تر نیتیں ہیں اور ان میں سے اول یہ ہے کہ اللہ کا تصور ذہن پر حاوی ہو اور کوئی بھی چندہ ایسا ادا نہ کیا جائے جس میں خدا کی محبت کی آمیزش شامل نہ ہو‘‘۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/ فروری ۱۹۹۷ء)

ماں باپ نیک روایت قائم کریں

’’ماں باپ اپنی اولاد پر نظر رکھیں اور جہاں وہ کمانے والے بنیں ان کو یہ تحریک کریں کہ پہلے ہفتے کی آمد وہ مسجدوں میں دیں اور یہ نیک روایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے قائم ہے اور جہاں تک مجھ سے مشوروں کا تعلق ہے میں ہر ایک کو یہی بتاتا ہوں کہ پہلے تو پہلے ہفتے کی آمد مسجد کے لئے دے دو۔ دوسرے فوری طور پر چندہ باقاعدہ دینا شروع کر دو۔ سولہویں حصے کا حساب کر کے اگر زیادہ کی توفیق نہیں تو یہ ضرور دو۔ تو اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے تمہاری اولاد بھی فتنہ ہے تو یہ بھی ایک فتنے کا موقع ہوتا ہے۔ اولاد خوشحال ہو گئی ہے ماں باپ سمجھتے ہیں ان کو کیوں چندوں میں ڈالیں خواہ مخواہ، ہم جو دے رہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھی ہار گئے۔ آپ کا دیا ہوا بھی گیا اگر چندے کا شوق ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ باعث سعادت ہے تو اولاد کو بھی آپ اس کی تحریک نہیں کریں گے‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۶/ جنوری ۱۹۹۵ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/ فروری ۱۹۹۵ء)

جماعت احمدیہ کی زندگی کی علامت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’ساری دنیا میں جماعت احمدیہ جو ہر قسم کے چندے پیش کر رہی ہے ان میں جب وقف جدید کا اضافہ کیا گیا تو دوسرے چندوں میں کمی نہیں آئی۔ یہ چندہ بڑھنا شروع ہو گیا۔ یہ عجیب سی چیز ہے کہ جتنا مرضی بوجھ ڈال دو اور بوجھ ڈالو تو رفتار اور بھی تیز ہو جاتی ہے، کم نہیں ہوتی کسی قیمت پر۔ اور اگر بوجھ والی سواریاں ہیں تو جتنی سواریاں بعد میں داخل ہوتی ہیں وہ بھی تیز رفتار اسی طرح اسی شان کے ساتھ آگے بڑھنے والی ہیں۔ جس پہلو سے بھی دیکھو یہ جماعت احمدیہ کی زندگی کی علامتیں ہیں اور یہ اس وقت تک زندہ رہیں گی جب تک آپ کے اندر روحانیت زندہ رہے گی، جب تک آپ کے اندر خدا کا تعلق زندہ رہے گا، جب تک آپ اپنے خرچ کو اس آیت کے اسلوب کے مطابق ڈھالیں گے جو ہمیں بتاتی ہے کہ تم نے پیار اور محبت کے نتیجے میں خدا کے حضور پیش کرنا ہے اور ڈرنا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر ایسے فضل نازل فرمائے گا کہ تم خود اس کے نتیجے میں حیرت زدہ رہ جاؤ گے۔

ہر سال جماعت کی مالی قربانیوں میں اضافہ جہاں ایک طرف اس بات پر گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ اخلاص میں آگے بڑھ رہی ہے وہاں اس بات پر بھی گواہ ہے کہ خدا اپنے وعدے پورے کرتا چلا آ رہا ہے اور اتنی قربانیوں کے باوجود جماعت غریب نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے بڑھ کر امیر ہو گئی ہے‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۵/ جنوری ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳/ فروری ۱۹۹۶ء)

جماعت میں اگر مالی قربانی بڑھ رہی ہے تو تقویٰ کا معیار بڑھ رہا ہے

’’جماعت احمدیہ کی طرف سے اگر مالی قربانیاں بڑھ رہی ہیں تو یہ اس بات کا ایک پیمانہ ہے کہ اللہ کے فضل کے ساتھ ان کے تقویٰ کا معیار بڑھ رہا ہے، یہ اس بات کا پیمانہ ہے اللہ کے فضل کے ساتھ ان کی حرص کم سے کم تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان Tribute جس کو کہتے ہیں، ایک خراجِ تحسین ہے، جو جماعت کی قربانیاں عمومی حیثیت سے جماعت کو دے رہی ہیں۔ دنیا میں کوئی نہیں ہے جو ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا سکے، چیلنج ہے کوئی ہے تو آگے بڑھ کر قبول کر کے دکھائے‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۶/ جنوری ۱۹۹۵ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/ فروری ۱۹۹۵ء)

خدا کے فضلوں کا شکر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو خدا نے وعدے کئے تھے ان کو پورا کرنے کے لئے جو سامان آج مہیا ہو رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی وعدوں کے ایفاء کا ایک اظہار ہے جس کو پیش نظر رکھ کر ہمیں ممنون احسان ہونا چاہئے۔

’’میں امید کرتا ہوں کہ جیسا کہ شکر کا حق ہے شکر کی طرف بھی توجہ آپ کریں گے۔ کیونکہ جب فضل بڑھیں اور شکر پیچھے رہ جائے تو یہ ایک بہت ہی تکلیف دہ توازن کا بگڑنا ہے۔ شکر ساتھ ساتھ بڑھنا چاہئے اور یہ احساس دل پر قبضہ کرنا چاہئے کہ ایک ایسے محسن سے واسطہ ہے جس کا جتنا بھی شکر کریں اتنا زیادہ احسان ہو جاتا ہے کہ سنبھالا نہیں جاتا۔ اس لئے ہمیشہ ہم پیچھے رہتے ہیں کبھی شکر میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اور یہ احساس ہی ہے جو شکر کی طاقت بڑھاتا ہے، ذکر کی طاقت بڑھاتا ہے خدا کی یاد میں پیار پیدا کر دیتا ہے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کے ساتھ جماعت کو ہمیشہ یہی توفیق بخشے گا کہ وہ جیسا کہ شکر کا حق ہے شکر کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یادوں سے دل کو نور عطا کرتے ہوئے اس میدان میں ہمیشہ آگے بڑھتے چلے جائیں گے‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴/ فروری ۱۹۹۷ء)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ میں نئے مضامین شامل کئے جارہے ہیں۔اس کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۰/جولائی ۲۰۰۲ء میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کی احمد نگر (نزد ربوہ) میں خدمات کے حوالہ سے مکرم ناصر احمد ظفر بلوچ صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

۱۹۴۹ء میں حضرت مولوی صاحب کی قیادت میں جامعہ احمدیہ کا اجراء احمد نگر میں حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت نامساعد حالات میں فرمایا۔ بنیادی ضروریات کے فقدان کے باعث بعض نوعمر طلباء گھبرا گئے تو آپ نے ایک صبح اسمبلی میں مختصر تقریر کرتے ہوئے کہا: موافق حالات میں تو ہر کوئی خوشگوار نتائج پیدا کر سکتا ہے، جواں مرد تو وہ ہے جو نامساعد حالات میں خوشگوار نتائج پیدا کرے۔

آپ نے احمد نگر میں احمدیہ مسجد کا فوری طور پر عارضی انتظام کیا جس میں حالات کے مطابق توسیع ہوتی رہی۔ اسی طرح مہاجرین کی آبادکاری کے لئے مرکز نے حکومت سے احمد نگر کی متروکہ جائیداد الاٹ کرنے کی منظوری حاصل کرلی تھی اور پھر جو الاٹمنٹ کمیٹی قائم ہوئی اُس میں آپ کا نام نمایاں تھا۔ کمیٹی نے انتہائی صبر و تحمل سے استحقاق اور انصاف پر مبنی فیصلے کئے جو ایک کٹھن کام تھا۔

احمد نگر میں مسلم لیگ کی تنظیم قائم کرنے کے لئے ایک اجلاس بلایا گیا اور اس میں صدر کے انتخاب کے لئے جب عمائدین کی طرف سے رائے طلب کی گئی تو حاضرین نے بیک زبان حضرت مولوی صاحب کا نام پیش کیا اور آپ متفقہ طور پر پہلے صدر منتخب ہوگئے۔ ایک بااثر غیر از جماعت زمیندار نے جو خود بھی صدارت کے امیدوار تھے، اٹھ کر آپ کو مبارکباد دی۔ پھر نظام سلسلہ کی طرف سے آپ کو ایوب خان کے دور میں بنیادی جمہوریت کے انتخابات میں یونین کونسل کا انتخاب لڑنے کی ہدایت ہوئی۔ دو نشستوں پر چار امیدوار تھے۔ غیر از جماعت ووٹرز کی حمایت سے آپ کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔ آپ کی کامیابی کے پس منظر میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی بصیرت اور دُوراندیشی کا غیر معمولی عمل دخل تھا۔

حکومت کی طرف سے جب ان ممبران کی لازمی تربیت شروع کی گئی تو اگرچہ احمد نگر کا ٹریننگ سنٹر دس بارہ کلومیٹر دُور واقع "بخش والا" میں رکھا گیا لیکن حضرت مولوی صاحب آمدورفت کے ذرائع نہ ہونے کے باوجود روزانہ سائیکل پر بروقت وہاں پہنچتے رہے اور اپنی علمی برتری کے اظہار کی بجائے توجہ اور انہماک سے تربیتی پروگرام سے استفادہ کیا۔ چنانچہ الوداعی پارٹی ہوئی تو ٹریننگ کے انچارج نے آپ کی فرض شناسی، حاضری اور قابلیت کی دل کھول کر تعریف کی۔

۱۹۵۰ء میں دریائے چناب کے سیلاب نے احمد نگر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو آپ نے جامعہ کے طلباء کے ہمراہ خدمت خلق کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا اور یہ سلسلہ ایک ہفتہ جاری رہا جس میں افراد اور اُن کے اموال اور مویشیوں کو پانی سے نکال کر محفوظ مقام پر پہنچایا گیا۔

یونین کونسل کا ممبر اور صدر جماعت احمد نگر ہونے کی وجہ سے اکثر سرکاری ملازمین اور ہر طبقہ کے لوگ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ آپ نہ صرف اُن سے اُن کی سطح کے مطابق گفتگو فرماتے بلکہ اُن کی ضیافت بھی ضرور فرماتے۔

محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۸/جون ۲۰۰۲ء میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بیٹے مکرم احمد سلام صاحب کے قلم سے اپنے والد کے بارہ میں ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ (از مکرم محمد زکریا ورک صاحب) شامل اشاعت ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ میرے ابی نے جس چیز کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار پوری بے باکی سے کیا، وہ کاہلی اور وقت کے ضیاع سے شدید نفرت تھی۔ بیداری کے ہر لمحے کو مفید رنگ میں استعمال کرنا اُن کی خواہش اور اپنی فیملی کے ہر فرد سے توقع تھی۔ آپ کی ڈکشنری میں چھٹی کا لفظ نہیں تھا۔ سکول کی تعطیل کا مطلب سٹڈی روم میں بیٹھ کر مطالعہ کرنا اور اگلے اسباق کی تیاری تھا۔ صرف کھانے اور نماز کا وقفہ ہوتا تھا۔ ہفتہ وار چھٹی کے روز وہ مجھے امپیریل کالج لے جاتے اور اپنے کسی ڈاکٹریٹ طالبعلم کی نگرانی میں دیدیتے۔ جو وقت پڑھائی سے بچتا وہ مطالعہ میں صرف ہوتا۔ ہر کتاب کا مطالعہ کرکے اس کا خلاصہ لکھنا ہوتا تھا۔

اباجان کو کوئی فضول خرچ نہیں کہہ سکتا تھا۔ فی الحقیقت اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بارہ میں وہ بہت تنگ دل واقع ہوئے تھے لیکن کوئی ایسا کام یا فعل جس سے انسان علم میں اضافہ کرسکے، وہ بہت فیاض تھے۔ مفید مشغلے بھی ان اخراجات میں شامل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ دو چیزیں انسان کو ضرور سیکھنی چاہئیں۔ایک ٹائپنگ اور دوسری ڈرائیونگ۔

اوائل بلوغت میں مَیں نے اُن سے اپنی ایک من پسند کار خریدنے کیلئے رقم مانگی تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجھے اس کار کے رکھنے اور چلانے کے لئے اخراجات کرنے کی استطاعت ہے تو پھر مجھے اپنی رقم سے بچت کرکے اس کار کو خریدنے کی توفیق بھی ہونی چاہئے۔

آپ اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے۔ مسجد بھی جاتے تو مقصد صرف نماز کی ادائیگی ہوتا۔ ہاں بزرگوں کا احترام کرتے جیسے حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ سے جاکر ملاقات کرتے لیکن فوراً رخصت لے لیتے۔ ایئرپورٹ پر فلائٹ کے انتظار میں گزرنے والے لاتعداد گھنٹے آپ نے مطالعہ میں صرف کئے۔ یہ مطالعہ صرف سائنسی کتب کا یا دیگر علوم کا نہیں تھا بلکہ ایک جیبی سائز کا قرآن مجید کا نسخہ ہر وقت آپ کی جیب میں ہوتا۔ گھر پر مطالعہ میں مصروف ہوتے تو قرآن کی تلاوت کا ٹیپ بھی چل رہا ہوتا۔ بظاہر فزکس کی کسی تھیوری پر کام نہ بھی کر رہے ہوتے تو آپ کا دماغ کسی سائنسی معمہ کو حل کرنے میں مصروف ہوتا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ ہم اپنا وقت ٹیلی وژن دیکھنے میں ضائع کریں۔ لیکن جب آپکی اماں جی نے ہمارے ساتھ رہائش اختیار کی تو آپ گھر میں ایک ٹیلی وژن سیٹ لانے پر آمادہ ہوگئے۔ یہ سیٹ اماں جی کے کمرہ میں نصب کیا گیا اور ہم پر لازم تھا کہ جو پروگرام ہم انگریزی میں دیکھیں گے اُس کا ترجمہ ہمیں پنجابی میں اماں جی کے لئے کرنا ہوگا۔

راولپنڈی میں احمدیت

مکرم منظور صادق صاحب "تاریخ احمدیت راولپنڈی" مرتب کر رہے ہیں۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۸/جون ۲۰۰۲ء میں اُن کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں راولپنڈی میں تاریخ احمدیت کی ابتدائی جھلک پیش کی گئی ہے۔

راولپنڈی کے پہلے خوش نصیب جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ تھے جو اُس وقت بسلسلہ ملازمت لاہور میں مقیم تھے۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپؓ کا نام ۷۵اویں نمبر پر یوں درج ہے: "۲۷/دسمبر ۱۸۹۱ء: نبی بخش ولد عبداللہ ساکن راولپنڈی حال ملازم دفتر ایگزامینر صاحب بہادر ریلوے لاہور"۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی کتاب "ضمیمہ انجام آتھم" میں آپؓ کا نام ۳۱۳ صحابہؓ کی فہرست میں ۳۷ویں نمبر پر درج فرمایا ہے۔

حضرت صوفی صاحب ۱۸۶۳ء میں راولپنڈی کے محلّہ قطب الدین میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۲ء میں آپؓ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کروادی تھی۔ اسی اثناء میں آپؓ کی حضورؑ سے خط و کتابت شروع ہوئی اور ۱۸۸۶ء میں آپؓ پہلی مرتبہ زیارت کے لئے قادیان تشریف لائے۔ اس ملاقات میں حضورؑ نے آپؓ کے خاندانی حالات دریافت فرمائے اور آپؓ واپس چلے آئے۔ ۱۸۹۱ء میں جلسہ سالانہ کے انعقاد کے فیصلہ کے بعد حضورؑ نے آپؓ کو بھی جلسہ میں شرکت کی دعوت دی۔ آپؓ جب جلسہ سالانہ پر گئے تو دیکھا کہ حضورؑ کا وہی حلیہ اور لباس ہے جو آپؓ کو ۱۸۸۲ء میں خواب میں دکھایا گیا تھا۔ جلسہ کے اختتام پر ہر ایک حضورؑ سے مصافحہ کرکے رخصت ہوتا رہا۔ آپؓ عمداً سب سے آخر میں گئے اور عرض کیا کہ مَیں نے ایک شخص کی آگے بیعت کی ہوئی ہے۔ حضورؑ نے فرمایا: "آپ کی بیعت نورٌ علیٰ نور ہوگی بشرطیکہ وہ شخص نیک ہے ورنہ وہ بیعت فسخ ہوجائے گی اور ہماری بیعت رہ جائے گی"۔

۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر راولپنڈی سے حضرت صوفی صاحبؓ کے علاوہ بھی چار افراد تشریف لے گئے۔ ۱۹۰۲ء میں آپؓ کی اہلیہ حضرت غلام فاطمہ صاحبہؓ کے ہمراہ حاضر ہوئے اور آپؓ کی اہلیہ نے بھی بیعت کا شرف حاصل کرلیا۔

راولپنڈی کے دوسرے بزرگ جنہیں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی حضرت سیٹھی غلام نبی صاحبؓ ہیں۔ آپؓ کو ۱۸۹۲ء میں بیعت کی سعادت عطا ہوئی اور آپؓ کا نام بھی ۳۱۳ صحابہؓ میں ۸۵ویں نمبر پر درج ہے۔ آپؓ کی بے شمار روایات محفوظ ہیں۔ آپؓ ہی وہ خوش نصیب ہیں جو قادیان میں قیام پذیر تھے جب ایک رات بارہ بجے دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ آپؓ نے کھولا تو حضرت اقدسؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں لیمپ تھا اور دوسرے میں سونٹا اور دودھ کا پیالہ۔ فرمایا: بھائی صاحب! دودھ آگیا تھا تو مَیں آپؓ کے لئے لایا ہوں۔

راولپنڈی کے ایک اَور بزرگ حضرت مولوی محمد فضل صاحب آف چنگا بنگیال بھی ۳۱۳ صحابہ میں شامل ہیں اور ۱۵۰ویں نمبر پر آپؓ کا نام درج ہے۔ آپؓ ایک ممتاز عالم دین اور قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی سے فارغ التحصیل اور عربی کے مضمون میں گولڈ میڈلسٹ تھے۔ آپؓ ۱۹۳۸ء میں ۷۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور چنگا بنگیال میں مدفون ہیں۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳/اپریل ۲۰۰۲ء میں مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

غیر تھا پہلے بھی حال دل مگر ایسا نہ تھا
وہ جدا ہو جائے گا مجھ سے کبھی سوچا نہ تھا
دعویٰ داران محبت بھول جائیں گے ہمیں
دل میں ایسا وسوسہ بھی آج تک گزرا نہ تھا
ہم نے دانستہ رہ الفت میں رکھا ہے قدم
یہ غلط ہے پہلے کچھ سوچا نہ تھا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8540 7227

Vol. 10 Friday, January 10, 2003 Issue No. 2

مجلس خدام الاحمدیہ تنکوڈوگو اور واگا دوگو شہر (بورکینافاسو) کے

سالانہ اجتماعات کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ:محمد امین بلوچ ، مبلغ سلسلہ تنکوڈوگو۔بورکینافاسو)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال ریجن تنگوڈو گو میں تین مختلف مقامات پر اجتماع منعقد کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔

پہلا اجتماع

پہلا اجتماع تنگوڈو گو سے ۴۵ کلومیٹر دور ایک جماعت Lalgay میں منعقد ہوا۔ اجتماع سے ایک ماہ قبل تمام حلقہ کے قائدین کی میٹنگ کی جس میں اجتماع کا پروگرام طے کیا گیا اور حاضری بہتر بنانے کے لئے پلاننگ کی گئی۔ دوسری میٹنگ Lalgay میں منعقد کی جس میں صدر جماعت، قائد مجلس اور مقامی لوگوں میں اجتماع کی ڈیوٹیاں تقسیم کی گئیں۔ اجتماع سے کچھ روز پہلے خاکسار اور ہماری معلمین کی ٹیم وہاں پہنچ گئی اور وہاں قریبی تمام گاؤں میں جلسہ کی دعوت دی اور ان کی تربیتی کلاسز لگائیں۔ جماعت Lalgay کے خدام واطفال نے مل کر ایک بہت بڑا وقار عمل کیا اور جلسہ گاہ کو نہایت خوبصورتی سے سجایا اور بازار کی صفائی کی جس سے غیر از جماعت لوگ بہت متأثر ہوئے۔

۱۴؍ستمبر بروز ہفتہ نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی اور اجتماع کی کامیابی کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔

اسی روز رات نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد ایک تبلیغی نشست منعقد کی گئی جس کے لئے لاؤڈ سپیکر استعمال کیا گیا تا کہ لوگ سہولت سے سن سکیں۔ تبلیغی نشست کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد معلم دابو عبدالمجید نے لوکل مورے زبان میں دو گھنٹے آنحضرت ﷺ کی سیرت اور احمدیت کے متعلق بہت دلچسپ تقریر کی۔ تقریر کے بعد مجلس سوال وجواب ہوئی۔ بہت احسن رنگ میں سوالات کے جوابات دئے گئے۔ آخر میں مکرم ظفر احمد بٹ صاحب مبلغ سلسلہ واگادوگو نے دعا کروائی جس کے ساتھ ہی یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

دوسرے روز کا آغاز بھی نماز تہجد سے ہوا جو تمام خدام واطفال نے ادا کی۔ نماز فجر کے بعد نماز کی اہمیت پر درس دیا۔

صبح دس بجے اجتماع کے پہلے سیشن کا آغاز مکرم ظفر احمد بٹ صاحب مبلغ سلسلہ واگادوگو کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد آپ نے افتتاحی تقریر میں آنحضرت ﷺ کے صحابہ کی سیرت بیان کی اور والدین کو تربیت اولاد کی طرف توجہ دلائی۔ افتتاحی تقریر کے بعد علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔ ان مقابلوں کے بعد احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد سوال وجواب کی ایک مجلس ہوئی جس میں احباب کے سوالات کے جوابات دئے گئے۔

نماز ظہر وعصر اور کھانے سے فارغ ہو کر ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے جس کے لئے خدام واطفال کو ایک بڑی گراؤنڈ میں لے جایا گیا۔

بعد میں اختتامی تقریب میں خدام واطفال کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اسی طرح گاؤں کے امام اور چیف، سرکاری افسران کا شکریہ ادا کیا۔ اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام واطفال میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ اختتامی دعا کے بعد یہ اجتماع اختتام کو پہنچا۔

الحمدللہ کہ یہ اجتماع بہت کامیاب رہا۔ اس اجتماع میں ۱۵ جماعتوں سے ۱۰۳۵؍ خدام واطفال شامل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کوششوں میں برکت ڈالے اور اس اجتماع کے شرکاء کو برکتوں سے نوازے۔ آمین

......☆......☆......☆......

دوسرا اجتماع

مجلس خدام الاحمدیہ واگاڈوگو کو امسال دوسرا اجتماع واگاڈوگو شہر سے ۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر جماعت پالگرے (Palagre) میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

اجتماع سے ایک ماہ قبل تمام گاؤں میں تبلیغی نشستیں منعقد کیں۔ جماعت Yektenga میں نماز جمعہ کے بعد ایک تبلیغی نشست ہوئی جس میں چار سو سے زائد احباب شامل ہوئے۔ اسی طرح جماعت Napalgre میں تبلیغی پروگرام کی حاضری ۱۵۰ تھی۔ جبکہ Laye میں بھی ۱۰۰؍ احباب تبلیغی نشست میں شامل ہوئے۔ اسی طرح ان تینوں دیہات میں تربیتی کلاسز لگائی گئیں جس میں خدام واطفال کو اجتماع کے لئے تیاری کروائی گئی۔

جماعت Palagre میں روزانہ عشاء کی نماز کے بعد اطفال کی کلاسیں لگائی گئیں۔ اجتماع کا نصاب پرنٹ کر کے تمام جماعتوں میں تقسیم کیا گیا۔

اجتماع کے لئے خدّام نے وقار عمل کے ذریعہ ایک بڑا سائبان تیار کیا اور چاروں طرف مختلف رنگ کی جھنڈیوں اور خوبصورت بینرز سے سجایا۔

مورخہ ۲۸؍ستمبر کو بعد از نماز عشاء وسیع پیمانہ پر تبلیغی نشست ہوئی جس کی اطلاع گاؤں میں پہلے سے کردی گئی تھی۔ تلاوت کے بعد مکرم دابو عبدالمجید صاحب نے لوکل زبان میں ''احمدیت کیا ہے؟'' کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد مجلس سوال وجواب ہوئی جس میں سوالات کے تسلی بخش جوابات دئے گئے۔ اس تبلیغی نشست میں ۵۰۰ سے زائد افراد شامل ہوئے۔

۲۹؍ستمبر کا آغاز حسب روایت نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کے بعد اطاعت کے موضوع پر درس دیا گیا۔

ساڑھے نو بجے افتتاحی تقریب کا آغاز مکرم ناصر احمد صاحب سدھو نائب امیر کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد آپ نے نظام جماعت کے موضوع پر تقریر کی اس کے بعد سوال وجواب کی مجلس ہوئی جس میں مخالف مولوی بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے وفات مسیح، ختم نبوت، صداقت مسیح موعودؑ کے موضوع پر سوالات پوچھے جن کے خداتعالیٰ کے فضل سے تسلّی بخش جوابات دئے گئے۔ اس مجلس کے بعد کچھ بیعتیں بھی ہوئیں۔

سوال وجواب کی مجلس کے بعد علمی مقابلے ہوئے۔ پھر ظہر وعصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد ورزشی مقابلے ہوئے۔

آخر پر مکرم ناصر احمد صاحب سدھو نے خدام سے خطاب فرمایا اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے اطفال وخدام میں انعامات تقسیم کئے اور اختتامی دعا کروائی۔

واگاڈوگو ریجن کا یہ دوسرا اجتماع اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ اس اجتماع میں دس مجالس کے ۸۰۰ سے زائد خدام واطفال نے شرکت کی۔ اس موقع پر بعض امام، چیف کمشنر کا نمائندہ اور عیسائی پادری بھی شامل ہوئے اور اجتماع کی کارروائی سنی۔

ایک بات قابل ذکر ہے کہ اجتماع سے چند روز قبل بعض مخالف مولوی گاؤں کے امام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ احمدیوں کو جلسہ کرنے سے منع کردیں کیونکہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن گاؤں والوں نے ان کو بتایا کہ یہ جلسہ ضرور ہوگا۔ اجتماع کے دن وہ مخالف مولوی شرارت کا مقصد لے کر شامل ہوئے۔ جب سارا کچھ سنا تو آنکھیں کھلیں اور کہا کہ ہمیں تو بالکل اور چیزیں بتائی گئی تھیں۔ چنانچہ وہ سب ہی جماعت احمدیہ میں شامل ہوگئے۔ الحمدللہ

سحری کے وقت استغفار کی فضیلت

(وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَار)

احادیث میں رات کے پچھلے پہر، سحر کے وقت، دعا واستغفار کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسے قبولیت دعا کے لئے خاص وقت بتایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر رات، جب ثلث لیل گزر جاتا ہے۔ تو سماءِ دنیا پر آتا ہے اور فرماتا ہے میں بادشاہ ہوں۔ میں بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی پکار کا جواب دوں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اسے بخش دوں اور وہ اسی طرح فرماتا ہے حتّی کہ فجر طلوع ہو جائے۔

سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے حتّی کہ جب رات کا نصف اوّل گزر جاتا ہے تو ایک منادی کو حکم فرماتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے تا اس کی دعا قبول کی جائے۔ کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ اس کی بخشش کی جائے۔ کیا کوئی سوالی ہے تا اسے عطا کیا جائے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اہلِ زمین پر عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں پھر جب میں اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں اور مجھ سے محبت رکھنے والوں اور تہجد پڑھنے والوں اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو ان کی خاطر میں ان (سب اہل زمین) سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں''۔

(بحوالہ تفسیر القرطبی)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کرر کھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔